بسم اللہ الرّحْمن الرّحیْم
وصلی اللہ علیك یا ولی العصر ادرکنا

یہ کون اٹھے زمین کی آغوش سے

بادشاہ وقت ہو یا فقیر بے نوا سب اپنی اپنی زندگی گزار کر اس دنیا سے چلے جائیں گے اب نہ رستم نہ سام باقی ہے۔ بس فقط نام نام باقی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ نام کا دائرہ بھی چھوٹا ہو جاتا ہے اور لفظ "باقی" زمانے کے بھنور میں ڈوب جاتا ہے۔ یہ ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے کہ دنیا کی ہر شہ کو فنا ہونا ہے باقی کوئی نہیں بچے گا سوائے اللہ کی ذات کے کہ جس نے ازل کو خلق کیا اور جو عدم پر قدرت رکھنے والا ہے۔ یہاں فنا سے مراد کا العدم ہونے کے نہیں ہے بلکہ مر جانے سے ہے۔ چنانچہ خداوند متعال کا فرمان ہے کہ جب یہ زمین مردہ ہو جائے گی اللہ تعالی اسے حیات نو عطا کرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ جب نئی زندگی ہوگی تو ہر شے پر نیاپن ہوگا۔ نئی امنگیں ہوں گی۔ نئی عنایتیں ہوں گی۔ نئی صبح کی روشنی ہوگی۔ نئی سرمئی شام ہوگی نئے انسانی سماج ہوں گے۔ نئے آپس میں انسانی روابط ہوں گے۔ حُسن کے چلنے کا انداز نو پیدا ہو گا۔ نالۂ نیم شی سے نغمہ ہائے سرمدی ابھرے گا۔ نئے لوگ ہوں گے۔ نئی زمین ہوگی۔ نیا آسمان دکھائی پڑےگا۔ نئی فصلیں ہوں گی۔ نئی دشت و جبل ہوں گے۔ہر فکر کے انداز بدلے ہوں گے۔ ہر تخیل میں حقیقت کے بال و پر ہوں گے جس سے وہ آفاق کی بلندیوں میں پرواز کرے گا۔ وسوسے اور وہم و گمان کی شیطانی پر چھائیاں اپنی خوفناک صورتوں کے ساتھ کالعدم ہو چکی ہوں گی۔ ہر ایک کے آئینہ قلب اتنے صاف ہوں گے کہ اس پر عبادت و سخاوت و محبت کے ابھرتے نقوش ایک دوسرے کو نظر آئیں گے۔ کیسے خوش بخت وہ لوگ ہوں گے جو زندہ زمین سے نئی زندگی لے کر رجعت کریں گے اور اس دنیا کو دیکھیں گے۔ جو انوکھی ہوگی اور جس کی کائنات کو قدرت نے سنوارا ہوگا۔ وہ وقت دور نہیں جب یہ لاکھوں برس کی دنیا کے لوگ اپنی متاع حیات لے کر موت کی اندھیری وادیوں میں گم ہو جائیں گے اور خاک کے پردے سے نئی دنیا کے چنے لوگ باہر آئیں گے۔

ہر نئی چیز یا شئے پر پرانا پن اور کہنگی آتی ہے اور یہ پرانے زمانے سے بدلاؤ کا سلسلہ جاری ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک ایسا بدلاؤ آئے گا کہ ساری زمین مردہ ہو جائے گی یعنی یہ زمین جب آخری سانسیں لے رہی ہوگی وہ صاحب قدرت اس زمین کو

پھر حیات نو بخشے گا۔ اور اس کے لئے صدر اسلام کی پیشین گوئی بھی ہے کہ یہ زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی، جو اس زمانہ میں چارسو دکھائی دے رہا ہے۔ تیسری دنیا کے لوگوں کے لئے سانس لینا محال ہوگیا ہے۔ زمین کی فصلیں پیدا کرنے کی طاقت کمزور ہوتی جارہی ہے مُختلف قسم کی کھاد سے یعنی ٹانک سے اس کی ابجاؤ طاقت کو متوازن کیا جاتا ہے۔ ہواؤں میں کثافت اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ بڑے شہروں میں بڑے پیمانے پر پولیوشن کا سد باب کرنے کے لئے منصوبے تیار ہو رہے ہیں۔ جنگلات میدانوں میں تبدیل ہورہے ہیں جس سے بارش کی کمی لازم آتی ہے اور پیداوار زمینی پراس کا برا اثر پڑتا ہے۔ روز اخباروں میں آتا ہے کہ جنگلات میں جانوروں یعنی حیوش و طیور چرندو پرند سب کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں۔ پہاڑوں کی ایک بڑی تعداد کے ختم ہونے سے زمین کی استقامت پر اثر پڑ رہا ہے۔ طاقتور ممالک کے ظلم کے انداز بدل رہے ہیں۔ جس ملک اور خطے میں ان کے قہر ٹوٹتے ہیں وہاں کے بسنے والوں کے دلوں سے کوئی پو چھے، مائیں کس طرح چھاتی پیٹ رہی ہیں؟ باپ کس طرح سر پٹک رہے ہیں؟ بھوک اور پیاس کے ساتھ زمین کی طرح جل رہی ہے۔ خداوند متعال کا فرمان ہے کہ انسان کیوں نہیں اپنی عقل کو مہمیز کرتا ہے۔ کیوں نہیں قرآن کی آیتوں پر گہرائی سے سوچتا ہے۔ جب ہر چیز ہر ہر آن ہر لمحہ بدل رہی ہے تو کیا کوئی اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ دنیا خرابیوں کے گھر پر کھڑی ہے۔

مستضعف پہلے ایک لفظ کان میں آتا تھا لیکن تصویریں ذہن میں نہیں اُبھرتی تھیں چیچنیا بوسنیا اور یوکرین کی سرد ہواؤں کی گرفت والے ممالک سے لیکر عراق کے گرم ہواؤں والے ممالک سے اٹھتی چیخیں مستضعف قوموں کا حال بیان کر رہی ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ بھی مکرو فریب کی نئی شکلیں دکھائی دیتی ہیں یعنی عدل و انصاف، رحم و کرم، انسانیت اور شرافت انھیں خون آشام اور ظالم قوموں کے ساتھ جڑا ہے یعنی انداز بھی ظلم و استبداد کا عدل و انصاف کے ترازو کے ساتھ ہے۔ یہ ایک عہد کا عجیب و غریب بدلاؤ ہے جن کے ثار سے ۱۴ سو برس قبل ہی اللہ تعالی نے اپنے خاتم الانبیاء کے ذریعہ بیان فرما دیا تھا ہہی نہیں بلکہ اس انقلاب کی آہٹ کو بھی گوش گزار کر دیا تھا یہ کہہ کر کہ اللہ نے جو باقی چھوڑا ہے وہی خیر ہے تم مؤمنین کے لیۓ۔ بقیۃ اللہ خیر الکم... ان کنتم مؤمنین کا ایک ایک حرف انتباہ ہے۔ وارننگ ہے، آگہی ہے۔ عصبیت کا افکارو اذکار سے ہر طرف عالمی تباہی پر غور کرنے کے بعد اس آواز کا اٹھنا کہ اس کا تدارک تو اسی وقت ہوگا جب امام مہدی علیہ السلام آئیں گے پھر بھی اُس بڑے خیر کی خبر سے غافل ہیں اور زمین کے مرداہ ہونے کے آثار پر غور نہیں کرتے کہ یہ کس طرح اس زمین کو موت اپنے چنگل میں لے رہی ہے اور یہ پیش خیمہ ہے کہ ایک

نیا انقلاب آئے گا۔ اور اس انقلاب کے بعد خدا کی طرف سے خیر و برکت کا روان در کاروان اس زمین پر اتریں گے۔ ہر چیز پر نابین آئے گے۔ ہر چیز پر نیاپن آئیگا۔ ہر شہ پرشباب آئے گا۔ ظالموں اور ستمگروں کو زمین کھا جائے گی۔ پاک اوصاف کے حامل مردگان وقت کے لئے قبر کے منہ کھل جائیں گے وہ ایک نئی خوشبو کے ساتھ کفن پردوش بقیۃ اللہ کے ہمرکاب ہونے کی امنگیں اور تمنائیں لئے اٹھیں گے۔ کتنا دلفریب منظر ہوگا۔ کیسی دلکش دنیا ہوگی۔ کیسی رونقیں چاروں طرف برسیں گی۔ کیسے طرح دار، عبادت گذار جوانوں کی ٹولیاں اپنے گھروں سے نکل کر مسجدوں کی طرف جائیں گی۔ ہر کوچہ بازار سے ہر در و دیوار سے مشک و عنبر کی خوشبو پھوٹ پڑے گی۔

یہ سب کہتے ہیں۔ ہماری کوتاہ عقل کہتی ہے۔ ہم نے جتنا اس زمین پر اس آسمان کے نیچے اچھائیاں، رعنائیاں، دلکشی و دلبری دیکھیں ہیں اسی حد سے اپنی عقل بھر پرواز کر کے لکھ دیتے ہیں یا کہہ دیتے ہیں۔ ہم اپنے قیاس بھر اس وقت کے خوبان چمن کی مرقعہ نگاری کرتے رہتے ہیں۔ ہم کیا جانیں اس وقت کا منظر کا ہوگا یہ آج کے بڑے بڑے عقلا کے علم ودانش اور فہم وفکر سے کہیں ماوری ہے۔ اللہ تعالی جس نے چاند اور سورج بنا کر دنیا کو روشن کیا، زمین کا فرش اور آسمان کا شامیانہ خلق کیا اس کی خبر ہے کہ ہمارا بقیہ اس زمین پر ہے۔ جس کے ذریعہ وہ اس میں کو نئی حیات بخشے گا اسی کے اب و جد نے دُنیا کی حکومتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا تھا، اسی کے اب و جد نے گوشہ نشین ہوکر خلق کی رہبری کی ہے۔ اسی کے اب و جد نے علم کے دریا بہائے ہیں اور وہ بھی ظلم وستم کی کا کانٹوں بھری راہ پر چل کر اور ایسے ایسے ان کے شاگرد پیدا ہوئے جن کے لئے زمین کے فاصلے فاصلے نہ تھے۔ آسمان کی دوری دوری نہ تھی موت جن کے قدم چومتی تھی۔ حیات کی خیر و برکت جن پر نثار ہوتی۔ جن کے قدموں میں تاجداروں کی آبرو تھی۔ وہ در باروں میں علمی مباحث سے باطل کا سرنگوں کرتے اور فرزندان توحید کو فتح و ظفر کا پیغام دیتے۔

معصومین کا ورثہ دار جب ظہور کرے گا۔ قدرت اس کے سر پر خلافت الٰہیہ کا تاج رکھے گی اور اس پر خیر کے جواہرات ٹکے ہوں گے۔ اس وقت کا منظر ہم اپنے تصور میں نہیں لا سکتے اسے صاحب معراج جانے یا اس کا ولی علی جانے یا آپ کے بعد آنے والے آئمہ طاہرین جانیں۔ یا اس خبر کو سن کر معصومہ کونین کی لبوں پر بکھرا ہوا تبسّم جانے۔

اے کاش امام وقت کے وہ چاہنے والے جو اس زمین کی آغوش میں سو رہے ہیں جب اس زمین کی آغوش سے باہر آ ئیں تو ہم بھی ان کے ہمراہ ہوں ۔ آمین

امام وقت علیہِ السلام اور سیّد ابن طاؤوس رحمۃاللہ علیہ

"ایک مومن کی قدر و منزلت امام کے نزدیک اتنی ہی ہے جتنی اس کے نزدیک امام علیہ السلام کی قدر و منزلت ہے۔ "

(مکیال المکارم، جلد ۲ ،ص ۴۰۰)

انسانی وجود کی حقیقت، لطیف روح سے تعبیر کی جاتی ہے جسے خدا وند عالم نے پاک و پاکیزہ اور ہر طرح کی آلودگی سے منزّہ کیا ہے اور یہ روح اس طرح خلق ہوئی ہے کہ اگر ایک طرف اس میں ہدایت و تربیت کی صلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ کمالات معنوی حاصل کرنے کی قوت پائی جاتی ہے۔ تو دوسری طرف گناہ اور معصیت میں آلودگی کی بناء پر پست اور انحطاط کی وادی میں گر جانے کا خطرہ بھی پایا جاتا ہے۔

اگر اس حقیقت روح نے تزکیہ نفس، تعلیم قرآن، اہلبیت علیہم السلام کے فرمودات کی رہنمائی میں اپنے کو آ گئے بڑھایا تب تو انسان دنیا و آخرت کی سعادت اور سب سے بڑی کامیابی یعنی پروردگار عالم کی رضایت و خوشنودی حاصل کرسکتی ہے۔ لیکن اگر ان باتوں سے بیگانہ رہی تو غفلت اور تاریکی کے زندان میں قید ہو کر رہ جائے گی اس پیکر خاکی میں روح کی موجودگی ہی کو اس کی زندگی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ اس دار فانی میں دونوں طرح کی زندگی کا نمونہ پایا جاتا ہے اگر ایک طرف ہوا پرست اور حب دنیا رکھنے والے بنی امیہ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ابو جہل، عمرو عاص حجاج بن یوسف یزید ملعون اور ان کے اشاروں پر چلنے والے علماء سوء جیسے لوگوں کی پست ترین زندگی پائی جاتی ہے تو دوسری طرف خاندان بنی ہاشم اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے جناب عبد المطلب، جناب ابو طالب، جناب سلمان و جناب ابوذر جناب میثم و جناب کمیل اور ان کی راہ دکھانے والے علماء ربانی بھی پائے جاتے ہیں۔ یہاں قارئین کے لئے انھیں علماء ربانی میں سے صرف ایک مصداق بارز کی زندگی پیش کرنا ہے جنھوں نے طہارت نفس، تعلیم قرآن، اور معارف اہلبیت علیہم السلام کے ذریعہ اتنی پاک و پاکیزہ زندگی گزاری، اپنے امام وقت سے عشق و محبت کی وہ مثال قائم کی کہ امام علیہ السلام نے بھی انھیں اپنا فرزند کہہ کر خطاب کیا۔ اور اس فرزند امام زمان علیہِ السلام کا نام نامی رضی الدین علی سید ابن طاؤس رحمۃاللہ علیہ ہے۔

سیدابن طاؤس رحمۃاللہ کا خاندان :

سیدابن طاؤس رحمۃاللہ علیہ کو اپنے حسب ونسب پر ناز تھا اپنے نسب کو بڑے فخر سے لکھا بھی ہے اور سچ بھی ہے اس لئے کہ آپ کا شجرہ نسب تیرہ واسطہ سے والد گرامی کی طرف سے حضرت حسن مجتبی علیہ السلام سے ملتا ہے اور مادر گرامی کی طرف سے حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہونچتا ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے آپ کو "ذوالحسنین" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ سید بن طاؤس فرماتے ہیں۔

پروردگار عالم نے ہمارے تمام آبا و اجداد کو صاحب عزت، شرافت، علم و فضل اور لوگوں کے لئے قابل اعتماد قرار دیا ہے، لوگ ان کے ثناء خواں اور معترف تھے۔ اور آج بھی ان کی عظمت و بزرگواری کا اقرار کرتے ہیں۔ ہر صاحب حسب ونسب آرزو مند ہے کہ اس کا حسب ونسب ہمارے حسب ونسب سے ہو مگر میں ہرگز کسی حسب و نسب کو اپنے سے بہتر نہیں دیکھتا کہ اس کے لئے تمنا کروں ۔

(الاصطفی، روضات الجنات ج ۲, ص ۲۷۰)

<u>سیدابن طاؤس رحمۃاللہ علیہ اور مقام معنویت :</u>

جب انسان کی روح اور قلب حجاب ظلماتی سے نکل کر باطنی طہارت اور پروردگار عالم کی عبودیت کی راہ پر گامزن ہو جاتی ہے تو انوار الٰہیہ کو اپنے اندر جگہ دینے کی صلاحیت پیدا کر لیتی ہے اور نور حق بندگان صالح کے دلوں پر جلوہ گر ہونے لگتا ہے۔ سید ابن طاؤس نے تزکیہ باطن سے اپنے کو تاریک پردوں سے نکال کر نورانی راہوں کو طے کر کے حیات طیبہ کی اس منزل پر پہونچادیا تھا جہاں اپنے امام وقت حضرت ولی عصر ارواحنا فداہ سے روحانی ارتباط پیدا کر لیا تھا اسی لئے علماء نے آپ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ آپ بے شمار کشف و کرامات کے مالک ہیں۔

سید بن طاؤس رحمہ اللہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں : "میں اب اپنی کتاب کو ختم کرتا ہوں جو اسرار ورموز پر مشتمل دعاؤں کا انتخاب ہے جن کا خداوند عالم نے بعض حالات میں ہمارے اوپر الہام فرمایا تھا۔ (مہج الدعوات ص ۴۱۳, ۴۰۰)

صاحب کتاب روضات الجنات لکھتے ہیں :

سید ابن طاؤس کی زبان سے جو دعائیں اور زیارتیں صادر ہوئی ہیں وہ اہل بیت عصمت و طہارت کی دعاؤں سے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔ مصباح الزائر وغیرہ میں بندگان صالح کے لئے وظائف اور دستور العمل بیان فرمایا ہے جیسا کہ مسجد کوفہ وغیرہ کے لئے

اعمال بیان کیا ہے جس کی مثال ہمارے علماء کی کسی بھی دعا کی کتاب میں نہیں ملتی ہے اور اس کے لئے وہ اپنے کو ماذون اور حق بجانب سمجھتے ہیں۔

(روضات الجنات جلد ۵ ص ۱۳۸)

دوسری جگہ خود سید ابن طاؤس فرماتے ہیں :

پروردگار عالم نے جس نعمت کے اظہار اور تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے وہ یہ کہ اس نے مجھے معرفت اس طرح الہام کی ہے کہ غلطی و اشتباہ و انحراف کا احتمال بھی نہیں ہوسکتا ہے۔ جو میری ذات کو نور ایمان اور چشم عیاں سے مشاہدہ کریگا وہ مجھے میری زبان و گفتار کے موافق پائے گا۔ مجھے دیکھ کر ہر دلیل و برہان سے بے نیاز ہوجائے گا۔ (کشف المحجّہ ص ۱۷)

امام وقت سے روحانی رابطے: زمانۂ غیبت میں اپنے امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف سے رابطہ قائم کرنا انسان کی بالخصوص مؤمن کی اہم ترین ذمہ داری ہے اور جب امام علیہ السلام کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو آپ سے ایک دقیق رشتہ قائم ہو جاتا ہے قلب اپنی ظرفیت کے مطابق امام کے صفات و اخلاق کا آئنہ دار ہو جاتا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(آل عمران آیت ۲۰۰)

”اے صاحبان ایمان صبر کیجئے اور ایک دوسرے کو صبر و استقامت کی تلقین کرتے رہے اور رابطہ قائم رکھنے تقوائے الہی اختیار کیجیئے شاید تم لوگ فلاح پاجاؤ “

متعدد تفسیروں میں اہلبیت علیہم السلام سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر اس طرح ہوئی ہے۔ اے صاحبان ایمان اپنے امام وقت کے زمانۂ غیبت میں صبر و استقامت کا مظاہرہ اور دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہیئے ۔ اور جس کے ظہور کا انتظار کر رہے ہو اس سے رابطہ قائم کیجئے۔ خداوند عالم کے احکام و دستورات کی پیروی کرتے رہیئے اس میں تمہاری کا میابی ہے۔

(تفسیر بر ہان)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہم چونکہ زمانۂ غیبت کبری میں زندگی بسر کر رہے ہیں اس وجہ سے "رابطہ" محال ہے اور امام علیہِ السلام تک پہنچنے کے لئے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

یہ بات کہاں تک درست ہے اس کی وضاحت لازم ہے جہاں تک روایت پر بنی حقیقت کا تعلق ہے کہ جو غیبت کبری میں آنحضرت سے جب چاہیں مل سکتے ہیں، کا دعوی کرنے والا کاذب ہے جھوٹا ہے وہیں یہ بھی ملتا ہے کہ امام علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے والے بے شمار روحانی اور مقدس ہستیاں بھی ہیں۔ ذرا غور کرنے سے یہ گرد بھی آئینہ خیال سے صاف ہوجاتی ہے۔ اس واسطے کہ یہ شرف تو آنحضرت کی محبت و عنایت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ رابطہ کا مطلب صرف آمد ورفت اور ملاقات نہیں ہوتا بلکہ روحانی و معنوی رابطہ بھی رابطہ کہلاتا ہے اور یہی رابطہ اصل میں انسان کے صاحب کمال ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ اور یہ رابطہ ہر مؤمن قائم کر سکتا ہے جس کے ذریعہ مؤمن معرفت و کمال کے اس مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے کہ ہرلحہ اپنے کو امام عصر ارواحنا فداہ کے محضر مبارک میں تصور کرتا ہے اور آنحضرت کے ادب و احترام کا لحاظ قائم رکھتا ہے۔ جیسا کہ سید ابن طاؤس روز جمعہ کی دعا میں نقل فرماتے ہیں :

اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِقَلْبٍ خَاضِعٍ وَ اِلٰی وَلِیِّکَ بِبَدَنٍ خَاشِعٍ وَ اِلٰی الْآئِمَّۃِ الرَّاشِدِیْنَ بِفُؤَادٍ مُتَوَاضِعٍ

پروردگارا میں تجھ سے قلب خاضع (تیرے مقابل میں اپنے کو حقیر تصور کرتا ہوں) کے ساتھ تقرب حاصل کرتا ہوں، اور تیرے ولی (امام زمانہ) سے اپنے خاشع بدن کے ساتھ نزدیک ہوتا ہوں۔ (یعنی میرا بدن امام زمانہ علیہ السلام کے حکم کے مقابل میں مطیع و فرماں بردار ہے اور اس طرح اپنے اعضاء و جوارح سے استفادہ کرتا ہوں کہ میرا امام مجھ سے راضی ہوجائے) اور اپنے ائمہ طاہرین سے متواضع دل کے ساتھ قریب ہوتا ہوں (یعنی میں اپنی روح کو ان کے حوالے کرتا ہو اور ان کا مطیع قرار دیتا ہوں)۔

(جمال الاسبوع ص ۱۵۲)

سید بن طاؤس علیہ الرحمہ نے امام وقت سے رابطہ قائم کرنے کے طریقہ اور ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ کیسے امام علیہ السلام سے اپنے سوال کا جواب حاصل کریں اپنے فرزند سے فرماتے ہیں: ”جب تمہیں کسی چیز کی ضرورت پیش آئے اور اس کا حل

حضرت بقیۃ اللہ الاعظم ارواحنا فداہ سے توسل کے ذریعہ حاصل کرنا چاہو تو یاد رکھو اس روایت کو جسے محمد بن یعقوب کلینی رحمہ اللہ نے کتاب میں نقل کیا ہے کہ ایک روز ایک شخص حضرت ابی الحسن علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے: ایک شخص چاہتا ہے کہ اپنی حاجتیں اور مطالب اپنے امام وقت کی خدمت میں بیان کرے جس طرح بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتا ہے تو وہ کیا کرے؟ امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا:

"اگر کوئی حاجت ہو تو اپنے لب کو حرکت دو جواب مل جائے گا۔ "

امام علیہ السلام کا یہ فقرہ تشریح طلب ضرور ہے تاہم یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے چاہنے والوں کو آگاہ کریں کہ اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو اسے دعا، توسل، راز و نیاز کے ذریعہ عرض کرے۔ اپنے مدعا کو پیش کرے امام دل کے راز سے آگاہ ہوتے ہیں مگر چاہتے ہیں کہ وہ بھی اپنی زبان سے اپنی عاجزی کا اقرار کرے۔

سید بن طاؤس کا امام وقت سے کمال رابطہ اور امام علیہ السلام کی قربت کا عالم یہ تھا کہ آنحضرت نے اپنی عنایت اور لُطف خاص کی بنا پر ہے شمار علوم اور غیبی حکمتوں سے آگاہ کر دیا تھا اور آنحضرت کے عظیم منبع فیض سے فیضیاب ہوتے رہتے تھے یہاں تک کہ امام عصر علیہ السلام کے وقت ظہور کے بارے کمال معرفت سے اپنے فرزند کو متوجہ کر کے فرماتے ہیں:

يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِندَهُ أُمُّ الْكِتَابِ

(سورہ رعد ، آیت ۳۹)

"خداوند عالم جس چیز کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے۔ "

اگر در بالا آیہ کریمہ نہ ہوتی تو میں تمہیں بڑے اطمینان سے خبر دیتا کہ وہ کون سا وقت اور دن ہے کہ جب حضرت حجۃ بن الحسن ارواحنا فدا ظہور فرمائیں گے۔

(کشف المحجتہ ۱۹۸)

<u>سید ابن طاؤس اور امام کے لئے دعا :</u>

سید بن طاؤس پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا کرنے اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے راز و نیاز کے بارے میں بہت اہمیت کے قائل تھے یہ موقع نہیں ورنہ سیّد ابن

طاؤس کو دعاؤں کے آئینہ میں دیکھا جائے تو ایک مستقل کتاب درکار ہوگی اپنی اہم ترین کتاب جمال الاسبوع میں آداب دعا کے سلسلہ میں سید ابن طاؤس رقمطراز ہیں :

دعاؤں کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ اپنی تمام دعاؤں پر حضرت بقیۃ اللہ امام زمان علیہ السلام کے لئے دعا کو مقدم کرے فرماتے ہیں :

مومن اپنی حاجتوں کے بیان کے وقت سب سے پہلے آنحضرت کے حوائج کا تذکرہ کرے۔ اس کے بعد اپنی حاجتوں کو زبان پر لائے جو نیت میں رکھتا ہے اور تمہاری نمازیں، روزے، دعا ئیں، خبر دار تجربہ اور امتحان کی غرض سے نہ ہوں اس لئے کہ کسی کام یا عمل سے اسی کو آزمایا جاتا ہے جس سے بدگمانی ہوتی ہے، اور اس پر اعتماد نہیں ہوتا تمہاری نماز میں دعائیں پہلے امام علیہ السلام کے لئے ہوں پر اپنے لئے- اس لئے کہ دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں کی بقاء آحضرت کے وجود مبارک کے سبب سے ہے۔ جب تمہارا وجود کسی دوسری ذات کے وجود سے محفوظ ہے تو یہ کونسا انصاف ہوگا کہ اس ذات پر اپنے آپ کو مقدم کرو، بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ اپنی مرادوں کو ان کی مرادوں پر اپنی حاجیوں کو ان کی حاجتوں پر مقدم کرو۔ اور یہی ہماری بندگی اور اطاعت کا تقاضہ بھی ہوتا ہے ورنہ وہ ہماری نمازوں، روزوں، دعاؤں اور اعمال کے محتاج نہیں ہیں وہ اس سے بے نیاز ہیں، ہمیں خود ان کی ضرورت ہے، ان سے ہمارے امور کی اصلاح ہوگی ہمارے لئے سعادت مند زندگی فراہم ہوگی۔

سید ابن طاؤس رحمہ اللہ اعمال ماہ مبارک رمضان کے سلسلہ میں لکھی گئی کتاب "مضمار" میں ادعیہ سحر کے بعد فرماتے ہیں :

پر شپ کا وظیفہ یہ ہے کہ انسان ہر دعا و عمل کے ابتداء و انتہاء میں اس وجود مقدس کا تذکرہ کرے جس کے بارے میں اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ روئے زمین پرخلق خدا کے درمیان ولی خدا اور خلیفہ رحمن ہے۔ اس لئے کہ روزہ دار جن چیزوں کی ضرورت رکھتا ہے۔ وہ انھیں کے پاس ہے۔ رب الارباب نے تمام امور کو ان کے حوالے کیا ہے۔

(کتاب امام زمان و سید ابن طاؤس ۹۳-۹۱-۹۰)

سید بن طاؤس رضوان اللہ تعالی علیہ نے جن دعاؤں کو امام علیہ السلام تک پہونچنے کا ذریعہ بتایا وہ بے شمار ہیں جن کا تذکرہ مختلف دعاؤں کی کتابوں میں کیا ہے۔ اور بہت سے تشرفات یعنی امام علیہ السلام سے ملاقات کی داستان کو بیان کیا ہے علماء کہتے

ہیں اگر ملاقات کرنے والے کے نام کا ذکر نہیں کیا تو اس سے مراد خود سید بن طاؤس ہیں۔

حضرت حجت علیہ السلام اور دعا :

آنحضرت اپنے چاہنے والوں سے کس قدر محبت کرتے ہیں اور ان کے لئے اپنی دعاؤں میں کتنا اہتمام کرتے ہیں ان کا اندازہ مرحوم علامہ مجلسی اور علامہ نوری کی تحریر سے بخوبی ہوجاتا ہے۔ علّامہ مجلسی اور علامہ نوری نقل کرتے ہیں۔ سید ابن طاؤس فرماتے ہیں۔ ایک دن وقت سحر سرداب مطہر میں عبادت کے لئے گیا تو کیا دیکھا کہ امام عصر ارواحنا فداہ بارگاہ خدا میں یہ مناجات کر رہے ہیں۔

اَللّٰہُمَّ اِنَّ شِیْعَتَنَا خُلِقُوْا مِنْ شُعَاعِ اَنْوَارِنَا وَ بَقِیَّۃِ طِیْنَتِنَا وَ قَدْ فَعَلُوْا ذُنُوْبًا کَثِیْرَۃً اِتَّکَالًا عَلٰی حُبِّنَا وَ وَلَایَتِنَا..... الخ

(انیس العابدین، ونجم الثاقب)

"اے اللہ! ہمارے شیعہ ہمارے نور کی شعاع اور بقیہ طینت سے خلق ہوئے ہیں انھوں نے ہماری محبت و ولایت پر تکیہ کرتے ہوئے بہت زیادہ گناہ کیا ہے اگر ان کا گناہ تیری ذات سے مربوط ہے تو انھیں بخش دے۔ ہم خوش ہوں گے، اور اگر ان کی معصیت تیرے بندوں کے حقوق سے مربوط ہے تو خود ان کی اصلاح فرما، اور خمس کا حصہ جو ہمارا حق ہوتا ہے انھیں عطا فرما تا کہ راضی ہوجائیں۔ انھیں آتش جہنم سے نجات دے انھیں اپنے عذاب میں ہمارے دشمنوں کے ساتھ قرارنہ دے "....

اگر امام علیہ السلام کے فقرات پر غور کریں اور اپنی زندگی کا محاسبہ کریں تو امام وقت سے کتنی حیا محسوس ہوتی ہے۔ جس کے وجود با برکت سے کائنات باقی ہو وہ ہمارے گناہوں کی مغفرت طلب کرے جو قطب عالم امکاں ہو وہ ہم نافرمانوں کے لئے آتش جہنم سے نجات کا سامان فراہم کرے؟ کیا یہی انصاف ہے کہ جس کے احسانات اس قدر ہوں اسے اپنے دل و دماغ کے کسی گوشہ میں بھی نہ رکھیں چاہیئے تو یہ کہ ہمارے دل دماغ کے ہر ہر گوشہ میں سوائے یاد حضرت اور دعائے آنحضرت کے کچھ بھی نہ ہو

پروردگارا! اے اللہ میں اپنے امام سے والہانہ عشق و محبت پیدا کرنے کی توفیق مرحمت فرما آمین۔

منتخب الاثر خزانہ معرفت مہدی علیہ السلام مُنتظر

قارئین المنتظر کو یاد ہوگا کہ سن ۱۴۰۸ ہجری کے شعبان المعظم کے شمارہ میں کتاب شنایی یا راہ شناخت امام کے عنوان سے ایک مضمون میں کتابوں کے ذریعہ امام عصر علیہ السلام کی معرفت کی اہمیت بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ صدر اسلام ہی سے مسلمانوں میں تحریر و تصنیف کا سلسلہ جاری ہے اور اس طرح ہماری تہذیب اور کلچر علمی اعتبار سے مالا مال ہے۔

جہاں دوسرے موضوعات پر بہت سی کتابیں لکھی گئی وہیں عقیدہ مھدویت پر بھی سیکڑوں کتابیں موجود ہیں اور المنتظر سے گذشتہ شماروں کی بعض کتابوں کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس مضمون میں ہم ایسی ہی ایک کتاب کا تعارف کرنے جارہے ہیں۔

کتاب کا نام : منتخب الاثر في الامام الثاني عشر
زبان : عربی
مؤلف: آیۃ اللہ لطف اللہ صافی گلپایگانی دام ظلہ العالی
صفات : ۵۴۵
ناشر : مکتبۃ الصدر، تہران طبع ثالث
تاریخ تالیف : ۲۸/رمضان ۱۳۷۳ ہجری

قارئین کی خدمت میں عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مضمون میں کتاب "منتخب الاثر" کا وہ ایڈیشن پیش کیا گیا ہے جو ایک جلدی ہے۔ حال ہی میں ایک نیا ایڈیشن چھپا ہے جو ۳/ جلدی ہے۔ جسمیں حدیثوں کے علاوہ، تجزیہ و تحلیل میں بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

نوٹ : راقم الحروف کے پاس طبع ثالث موجود ہے لیکن اس پر سن طباعت نہیں ہے البتہ یہ کتاب مؤلف کے ذریعہ ۲۸ رمضان ۱۳۷۳ ہجری میں یعنی تقریبا ۵۲ سال پہلے تالیف ہوئی (رجوع کریئے مقدمہ) ۔ کتاب کے اختتام پر محترم مؤلف ہی نے تاریخ تکمیل شوال ۱۳۷۳ ہجری تحریر فرمایا ہے۔ البتہ ۲۸ رمضان اور شوال میں صرف ایک یا دو دن کا فرق ہے۔

کتاب کے تعارف سے پہلے کی باتیں مؤلف کتاب حضرت آیۃ اللہ لُطف اللہ صافی گلپائیگانی کا بارے میں تحریر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

آپ ۱۹/ جمادی الاول ۱۳۳۷ ھ کو ایران کے شہر گلپایگان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بھی ایک جید عالم دین تھے۔ مرحوم آیت اللہ آخوند ملا محمد جواد صافی نام تھا۔ آپ صاحب تالیفت و تحریر تھے۔

آپ کی والدہ مشہور عالم حضرت آیت اللہ آخوند ملا محمّد علی مرحوم کی بیٹی تھیں۔ آپ بھی عالمہ شاعرہ اہلبیت تھیں۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے لینے کے بعد سطحیات میں رسائل، مکاسب، کفایہ جیسی کتابیں گلپایگان میں عالم جلیل القدر آخوند ملّا ابوالقاسم (المعروف بہ قطب) کے پاس پڑھیں۔

۱۳۶۰ ھ میں قم تشریف لائے۔ حوزہ علمی قم میں آپ کے اساتذہ میں پانچ عظیم شخصیتوں کے نام یہ ہیں :

۱ - حاج آقای محمّد تقی خوانساری
۲ - حاج آقای سید محمد حجت کوہ کمری
۳ - حاج آقای سید صدرالدین صدر عاملی
۴ - حاج آقای سید محمد حسین بروجردی
۵ - حاج آقای سید محمد رضا گلپایگانی
قم کے علاوہ نجف اشرف کے حوزہ علمیہ میں بھی آپ نے چند مراجع عظام اور اساتذہ سے استفادہ کیا ہے۔ ان سے یہ حضرات قابل ذکر ہیں ۔

۱ - حاج آقای شیخ محمد کاظم شیرازی
۲ - حاج آقای سید جمال الدین گلپایگانی
۳ - حاج آقای شیخ محمد علی
لیکن آپ کی علمی فکری شخصیت بنانے میں اور مرجعیت کے عظیم منصب تک پہونچانے میں استاد اعظم فقیہ زمانہ فخر جہان اسلام، منبع علم وحلم مرجع عالیقدر حضرت آیۃ اللہ العظمٰی حاج آقای بروجردی نے کلیدی رول ادا کیا۔

آقای صافی گلپایگانی، آقای بروجردی کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے آپ نے آقائی بروجردوں کے دروس کو بھی تحریر کیا ہے۔

آقای صافی کی تالیفات اور آثارِ علمی کی تعداد سو سے زیادہ ہیں جن کے نام اور خصوصیت تحریر کرنے کے لئے ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ خود امام زمانہ علیہ السلام سے متعلق منتخب الاثر کے علاوہ کئی کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ جیسے :

(1)نوید امن و امان (۲) عقیدہ آزادی بخش (۳) بسوی دولت کر یمہ (۴) فروغ ولایت در دعائے ندیہ (۵) وابستگی جہان بہ امام زمان (۶) معرفت حجت خدا شرح دعا اللہم عرفنی نفسک .

یہ کتابیں فارسی زبان میں لکھی گئی ہیں اور ان کتابوں کا شمار بہترین کتابوں میں ہوتا ہے۔ اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف پلٹتے ہیں۔ جیسا کہ ابتداء میں لکھ چکے ہیں کہ یہ کتاب پانچ سو (۵۰۰) سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں :

۱ - ایک مقدمہ جسے خود مؤلف نے تحریر کیا ہے۔
۲ - دس فصلیں ہیں۔
۳ - سوباب ہیں۔
اس کتاب میں تکرار کے ساتھ چھ ہزار سے زائد حدیثیں نقل ہوئی ہیں۔

علمائے اہل سنت کی تقریبا ستر (۷۰) کتابوں اور علمائے امامیہ کی تقریباً نو کتابوں سے احادیث کو چھان بین

کر نقل کیا گیا ہے۔ کتاب کے ابتداء ہی میں مصادر الکتاب من کتب اعلام العامۃ.... اعلام الخاصتہ کے عنوان سے فہرست کو رجوع کیا جاسکتا ہے۔

مقدمہ کتاب

جس شخص کو تاریخ اور آخری زمانے میں حضرت مہدی علیہ السّلام کے ظہور کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم کی متواتر بشارتوں اور اصحاب پیغمبر سے مروی حدیثوں کا علم اور تجربہ ہے، اس سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے وجود آفتاب کو جہل کی تاریکی دور کرنے، ظلم و ستم کا خاتمہ کرنے، عدل کا پرچم لہرانے کلمہ حق کو بلند کرنے اور اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کرنے کے لئے طلوع کرے گا چاہے مشرکوں کو یہ بات ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ آپ خدا کے اذن سے دنیا کو غیر خدا کی بندگی کی ذلت سے نجات دلائیں گے۔ برے اخلاق اور بری عادتوں کا خاتمہ کریں گے اور ان قوانین کو ختم کر دیں گے جس کو انسانوں نے اپنے فائدے کے لئے وضع کیا ہے .....

آپکے ظہور سے خدا اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔

(مقدمہ ص ۱)

خدا کے وعدے کے سلسلے میں مؤلف محترم نے قرآن کی آیتوں کا حوالہ دیتے ہوئے انسانی عقلوں کو جھنجھوڑ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو خلاصہ مطالب :

”یہ(وعدہ) ایسا امر ہے کہ جس پر مسلمانوں کے اتفاق اور ان کے اجتماع کو کسی نے عبث قرار نہیں دیا، صدر اول سے آج تک جن لوگوں نے مہدویت کا دعوی کیا ہے ان لوگوں نے بھی انہیں وعدہ الٰہی اور بشارتوں کو اپنے دعووں کا محور قرار دیا۔

(مقدمہ ص ۱ و ۲)

عقیدہ مہدی کی بنیادیں اگر قرآن و روایات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم میں نہ ہوتی تو مہدویت کے جھوٹے دعویدار کیسے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے؟ کھوٹے سکّے، اصل ہی کی نقل ہوتے ہیں ۔

استدلال

بعض لوگوں نے ظہور مہدی کے سلسلے میں وارد ہونے والی حدیثوں پر شک و شبہ کا اظہار کیا ہے اور روایتوں کی اسناد کو ضعیف قرار دے کر حدیثوں کو ضعیف بنایا ہے اسی طرح مسلمانوں میں اختلاف اور آپس میں دشمنی اور تعصب کو ایجاد کیا ہے۔

مؤلف نے علم الحدیث کی روشنی میں جواب دیا ہے: **ضعفُ السَنَد انما یکونُ قادِحًا اذا لم یکُن ا لخبرُ مُتواتراً وَ امّا فی المتواتر منہُ فَلَیس ذالکَ شَرطًا فی اعتبارِہٖ۔** (مقدمہ ص ۲)

"سند کا ضعیف ہونا اس وقت قادح ہوتا ہے جب خبر متواتر نہ ہو لیکن متواتر خبر کے معتبر ہونے میں سند کے قوی ہونے کی شرط نہیں ہوتی۔"

اسی طرح فرماتے ہیں :

وَ لَیْسَ فِی الْمَسَائِل لنقلیۃ الی.....

(مقدمہ ص ۲)

اور جو مسائل نقل ہوئے ہیں ان کے اثبات کا کوئی طریقہ نہیں ہے سوائے سماعت کے (سن کر ایمان لانا)، آن سماعت پر ایمان رکھنا مہدی علیہ السّلام کے ظہور پر ایمان رکھنے سے بہتر نہیں ہے اگر چہ ہم یہ نہیں کہتے کہ ظہور مہدی پر ایمان رکھنا بعض مسائل سے افضل ہے کیونکہ ظہور مہدی علیہ السّلام کے بارے میں جو بشارتیں وارد ہوئی ہیں مرتبہ تواتر تک پہونچی ہوئی ہیں جب کہ دوسرے مسائل میں جن پر بہت سے

مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ وہ تواتر تک نہیں پہونچی ہیں بلکہ ان لوگوں نے ایک ہی حدیث پر اکتفا کر لیا ہے۔ تو پھر مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مہدی کے ظہور کے بارے میں متواتر حدیثوں کے سلسلے میں شیک کریں۔"

اسی طرح مقدمہ کو پڑھتے چلے جائیں استدلال قوی سے قوی تر ہوتا چلا جائیگا۔

مقصد تالیف :

مقدمہ کی بحث کو ختم کرتے کرتے ہم بیکار یہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مصنف نے اس کتاب کو کیوں تحریر کیا۔

وإنما الباعث القديم هذا الكتاب .....

(مقدمہ، ص ۶ و ۷)

یقیناً اس کتاب (منتخب الاثر) کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کا سبب عصر غیبت اور خصوصا آخری زمانے میں مہدویت اور امامت کے دعویداروں کے دعووں کو باطل کرنا ہے اور ہمارے دور میں مسلمانوں کو اس کی شدید ضرورت ہے کیونکہ ہمارے دشمن اس حربہ اور وسیلہ کو بروئے کار لانے سے باز نہیں آتے کہ جس سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کر سکیں۔ اور عداوت کی آگ بھڑکا سکیں۔ انہیں اندرونی جھگڑوں میں پھنسائے رکھیں۔ انہیں حربوں میں ایک حربہ مسئلہ مہدی (ارواحنا فداہ) ہے۔

انہیں اغراض کے تحت بعض ممالک جیسے ایران، ہندوستان اور افریقہ میں بعض پست اور اقتدار کے بھوکے بد اخلاقی میں مشہور کم عقل اور بے اہمیت لوگوں نے مہدویت کا دعوی کر دیا .....

مصنف تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے امام مہدی کے بارے میں پیغمبر اکرم کی بتائی ہوئی صفتوں، علامتوں اور آثار وغیرہ کو کنارے کر دیا اور اس طرح وہ افراد جو مہدی کے بارے میں وارد ہونے والی حدیثوں سے واقف نہیں وہ ان کے دام فریب میں آجاتے ہیں۔

فَجَمَعَنَا طَائِفَةً مِنْ ہٰذِہِ الْاَخْبَار وَاسْتَخْرَجْنَاہَا مِنَ الْکُتُبِ الْمُعْتَبَرَةِ عِنْدَ الخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ۔

(مقدمہ ۸)

"لہذا ہم نے ان احادیث میں بعض کو جمع کردیا ہے اور انھیں ہم نے خاصہ (شیعہ) اور عامہ (سنّی) کی معتبر کتابوں سے اخذ کیا ہے۔ "

دس فصلوں اور سو(۱۰۰) ابواب کا ذکر

یہ ایک بہت ہی مشکل کام ہے کہ پانچ سو سے زآئد صفحات پر مشتمل کتاب کا تعارف کتاب میں موجود مفاہیم کو اجاگر کرتے ہوئے کیا جائے لہذا ہم خود امام زمانہ علیہ السلام سے توسّل کرتے ہیں کہ آنحضرت ہماری مدد فرمائیں اور ہم اس عظیم کتاب کے تعارف کے ساتھ ان حضرت کی معرفت کے گوشوں کو اجاگر کرسکیں۔

پہلی فصل: (ص ۱۰ تا ۱۴۰)

امام بارہ ہیں **(الائمة اثنا عشر)** اس فصل میں آٹھ باب ہیں۔

جابر بن سمرہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا :

"بارہ امیر ہوں گے اس کے بعد ایک جملہ کہا جس کو میں نہیں سن سکا پھر میرے والد نے کہا کہ پیغمبر نے فرمایا: وہ سب قریش سے ہوں گے۔ " (فصل ۱, باب ۱, ح ۱)

جابر بن سمرہ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "یہ دین ایسے ہی عزیز رہے گا یہاں تک کہ بارہ خلیفہ ہوں گے اس پر لوگوں نے تکبیر کہی اور شور ہو گیا اس کے بعد ایک جملہ اور کہا جو مجھ سے پوشیدہ رہ گیا میں نے اپنے والد سے معلوم کیا کہ پیغمبر نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا: سب قریش سے ہوں گے۔ " (فصل ۱, باب ۱, ح ۶)

اس حدیث کو مؤلف نے صحیح ابی داؤد کے حوالے (کتاب المہدی جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ طبع مصر مطبعتہ التازیہ) سے لکھا ہے اور قارئین کو اس کی طرف متوجہ کیا ہے کہ:

"ابو داؤد کا ان حدیثوں کو کتاب المہدی میں نقل کرنا یہ بتاتا ہے کہ وہ امام مہدی کو بارہ خلفاء میں شمار کرتے ہیں ورنہ ان احادیث کو وہاں بیان کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے۔ "

(منتخب الاثر، حاشیہ ص ۱۲)

واضح رہے کہ احادیث "ائمہ اثنا عشر" صرف مذہب شیعہ امامیہ پر ہی منطبق ہوتی ہیں کیونکہ ان میں سے بعض کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک

مسلمانوں میں بارہ خلیفہ نہیں ہوں گے اور بعض کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام کی عزت و سرفرازی اس وقت تک ہے جب تک بارہ خولفا کا وجود ہے اور جس کا مفہوم یہ ہے کہ دین قیامت تک باقی ہے اور ائمہ کا سلسلہ بھی رہتی دنیا تک جاری ہے بعض کا مفہوم یہ ہے کہ وہ بارہ ہوں گے، بنی ہاشم سے ہوں گے۔

تمام حدیثوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خلفاء بارہ ہوں گے اور ایک کے بعد ایک ہوں گے اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ خصوصیات صرف بارہ اماموں میں پائی جاتی ہیں۔

(حاشیہ، ص ۲۴)

اس فصل کے بقیہ ابواب کے کچھ عنوان یہ ہیں ان خلفاء کی تعداد بنی اسرائیل کے نقباء کی تعداد کے برابر ہے امام بارہ ہیں ان میں اول علی ہیں امام بارہ ہیں ان میں سے اول علی اور آخری مہدی۔

دوسری فصل: (ص ۱۴۱ تا ۳۱۹)

اس فصل میں انچاس (۴۹) باب ہیں۔ ان ابواب میں امام مہدی علیہ السّلام کے بارے میں معتبر سنّی اور شیعہ کتابوں سے حدیثیں نقل ہوئی ہیں۔

تمام عنوان کے نام نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے البتہ مجموعی طور پر اس فصل میں امام مہدی علیہ السّلام کے ظہور کی بشارتوں کا تذکرہ ہے اُن حضرت کا اہلبیت سے ہونا اور اس طرح وہ تمام روایتیں جن میں نقل ہوا ہے کہ امام حسین علیہِ السلام کی نسل سے ہیں امام سجاڑ کی نسل سے ہیں اور اسی طرح بقیہ ائمہ کے نام سے نسبت کی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے پیغمبر سے سنا ہے آپ نے فرمایا :

هو من ولير فاطمة

وہ (مہدی) فاطمہ کی اولاد سے ہیں۔ "

(ص ۱۹۱)

آٹھویں باب میں حدیث نمبر ۴ کا خلاصة :

رسول اللہ نے فرمایا :

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک جس مہدی کی اقتداء میں عیسیٰ نماز پڑھیں گے وہ ہم میں سے ہیں پھر حسین علیہِ السلام کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: وہ اس کی نسل سے ہوں گے۔"

(ص ۱۹۹)

ستائیسویں باب کی حدیث نمبر ۲ :

اصبغ بن نباتہ سے امیر المومنین نے فرمایا :

"وہ (مہدی) ضرور غائب ہوں گے یہاں تک کہ نادان کہے گا اللہ کو آل محمد کی ضرورت نہیں۔ "

(ص ۲۵۵)

<u>تیسری فصل: (ص ۳۲۰ تا ۳۵۷)</u>

اس فصل میں تین باب ہیں جن میں امام مہدی علیہ السّلام کی ولادت ولادت کی کیفیت اور تاریخ ولادت کے ساتھ آپ کی والدہ کے کچھ حالات نقل ہوئے ہیں۔

امام حسن عسکری علیہ السّلام فرماتے ہیں:

"اللہ کے ولی اور اس کے بندوں پر اس کی حجت اور میرے بعد ہونے والے خلیفہ پندرہویں شعبان کی شب میں ۲۵۵ ھ میں طلوع فجر کے وقت ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

(ص ۳۲۰)

اس فصل میں مذکورہ حدیث کے ذیل میں مؤلف نے ایک طویل حاشیہ تقریباً بیس صفحات پر لکھا ہے یوں کہا جائے کہ یہ حاشیہ ایک کتابچہ ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے مؤلف نے اہل سنت کے ۶۵ مشہور و معروف علماء حتٰی کے بعض ہندوستانی علماء جیسے مولوی اکبر اسد اللہ مودودی ہندی، شیخ عبد الرحمان ہندی، شاہ ولی اللہ دہلوی (صاحب تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبد العزیز کے والد) فاضل رشید الدین دہلوی کے نام اور امام زمانہ کی ولادت کے بارے میں ان حضرات کی تصریحات کو تحریر کیا ہے۔ جس کے پڑھنے کے بعد کھل کر یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ ان کے یہاں بعض علماء امام مہدی علیہ السّلام کے ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

چوتھی فصل: (ص ۳۵۸ تا ۴۰۰)

اس فصل میں تین باب ہیں۔ غیبت صغری میں بعض لوگوں سے آپ کی ملاقات اور معجزات نیز غیبت صغری میں آپ کے سفراء و نواب کا ذکر ہے اس فصل کی تمام حدیثیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ہم کسی ایک باب اور ایک حدیث کو بیان کرنے سے بہتر سمجھتے ہیں ان حدیثوں کے مفہوم کو بیان کریں۔ اور وہ اس طرح ہیں :

۱ - نواب اربعہ نے غیبت صغری میں باقاعدہ امام زمانہ سے ملاقاتیں کی ہیں۔ ۲ - نواب اربعہ کے علاوہ بعض دوسرے لوگوں نے بھی

آپ سے ملاقات کی ہے۔

۳ - خانہ کعبہ کے اطراف اکثر امام زمانہ کودیکھا گیا۔

۴ - آپ کے چچا جعفر نے کئی مرتبہ آپ کو دیکھا ہے۔ امام حسن عسکری علیہ السّلام کی والدہ یعنی آپ کی دادی کے انتقال کے وقت جعفر کذاب نے دفن کے بارے میں جھگڑا کیا تو امام زمانہ علیہ السّلام تشریف لائے۔

۵ - علی بن ابراہیم بن مہزیار الاہوازی کی امام زمانہ سے ملاقات

1426 13

۶ - تیس افراد کو امام زمانہ علیہ السّلام نے مکہ میں مستجار کے پاس پڑھنے کی دعا تعلیم فرمائی۔

ان مفاہیم کے علاوہ مؤلف محترم نے اس فصل کے حاشیوں میں کئی اہم موضوعات پر بحث کی ہے۔ علت غیبت اور سرداب کے سلسلے میں اغیار کے طعن و طنز کے جواب تحریر کئے ہیں۔ ساتھ نواب اربعہ کی وثاقت و امانت و صداقت کو ثابت کیا ہے۔

پانچویں فصل: (ص ۴۰۱ تا ۴۲۰)

اس فصل میں دو باب ہیں۔ غیبت کبری میں آپ کے حالات اور معجزات اور ان لوگوں کے بارے میں جو آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

پہلے ہی باب میں اسماعیل بن الحسن ہرقلی کی امام زمانہ علیہ السّلام کی ملاقات کا واقعہ نقل ہے۔

اس فصل میں پہلے باب میں جو روایتیں نقل ہوئی ہیں ان میں سے ایسے واقعات نقل ہوئے ہیں جن میں امام زمانہ علیہ السّلام نے معجزاتی طور پر ملنے والے کو شفا عطا کی ہیں یا سلاطین و حاکم کے مظالم سے چھٹکارا دلایا ہے۔ ساتویں حدیث نقل کررہے ہیں۔ جن میں ائمہ علیہم السلام سے توسل کے فوائد اور خصوصیات نقل ہوئے ہیں۔

ماہ ربیع الاول سن ۴۴۲ ہجری کا واقعہ ہے۔ ابو الوفاء شیرازی کہتے ہیں کہ مجھے کرمان کے حاکم ابو علی الیاس نے گرفتار کرلیا اور قید میں ڈال دیا تو مؤکلین مجھ سے کہتے تھے کہ وہ تمہیں سزا دینے کا ارادہ کر چکا ہے۔ اس سے میں محزون رہتا تھا اور نبی و ائمہ کے توسل سے خدا کی بارگاہ میں مناجات کرتا تھا۔

شب جمعہ میں نے دعا کی اور سو گیا تو خواب میں رسول اللہ کو دیکھا آنحضرت نے فرمایا :

"تم دنیا کی کسی چیز کے بارے میں مجھ سے میری بیٹی سے اور میرے بیٹوں (حسن و حسین) سے توسل نہ کرو مگر یہ کہ ان چیزوں میں جن سے تم اللہ کی اطاعت اور اس کی رضا وخوشنودی کو پاسکو۔ ہاں! میرے بھائی ابو الحسن اس شخص سے انتقام لیں گے جس نے تمہارے اوپر ظلم کیا ہے۔ "

راوی کہتا ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ! وہ اس سے کیسے انتقام لیں گے جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے؟ جب کہ ان کے گلے میں رسی کا پھندا پڑا اور انہوں نے انتقام نہیں لیا۔ ان کا حق غصب کیا گیا انہوں لب کشائی نہیں کی راوی کہتا ہے کہ آپ نے تعجب سے مجھے دیکھا اور فرمایا :

"یہ ایک عہد ہے جو میں نے ان سے لیا ہے اور ایک حُکم ہے جو میں نے انہیں دیا ہے وہ اسے ضرور انجام دیں گے اور اس سلسلے میں حق ادا کریں گے۔ ہلاکت اس شخص کے لئے ہے جس نے ولی خدا سے لڑائی جھگڑا کیا۔ جہاں تک علی بن الحسین کی بات ہے تو وہ بادشاہوں اور شیاطین کے پھندوں سے نجات دلانے والے ہیں (بادشاہوں شیاطین کے پھندوں سے نجات کے لئے علی بن الحسین سے توسل کرو) اور محمد بن علی (امام محمد باقر) اور جعفر بن محمد آخرت کے لئے ہیں اور تم ان کے ذریعہ خدا کی اطاعت طلب کرو اور موسی بن جعفر کے ذریعہ خدا سے عاقبت طلب کرو اور علی بن موسی الرضا کے ذریعہ خشکی اور سمندر میں سلامتی طلب کرو۔ اور محمد بن علی (محمد تقی علیہ السّلام) کے ذریعہ خدا سے رزق حاصل کرو اور علی بن محمد (امام علی نقی علیہ

السّلام) کے ذریعہ نوافل، برادران کے ساتھ نیکی کرنے اور طاعت خدا کی طرف رغبت کرنے کے لئے ہیں اور حسن بن علی (حسن عسکری) آخرت کے

لئے ہیں۔ " اور جب تمہارے سر پر تلوار ہو اور دشمنوں کا ہاتھ تہاری گردن تک پہونچ جائے اور تم صاحب الزمان سے مدد طلب کرو وہ ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ "

راوی کہتا ہے کہ میں نے خواب ہی میں پکارایا صاحب الزمان ادرکنی حقیقت میں میری طاقت ختم ہو چکی تھی۔ ابوالوفاء کہتے ہیں میں خواب سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ پہرے دار میری بیڑیاں کھول رہے ہیں۔

(ص ۴۰۹)

دوسرے باب میں ان اشخاص کا تذکرہ ہے جنہوں نے آپ کو غیبت کبری میں دیکھا ہے۔ پہلا واقعہ مقدس اردبیلی کا ہے۔ حرم امیر المومنین میں حضرت امیر سے گفتگو کی اور مسجد کوفہ میں امام زمانہ سے۔

امام زمانہ علیہ السّلام سے غیبت کبریٰ میں ملاقات کرنے والوں کے آٹھ واقعات نقل کئے ہیں ۔

<u>چھٹی فصل: (ص ۴۲۱ تا ۴۶۹)</u>

اس فصل میں گیارہ باب ہیں جن میں امام زمانہ علیہ السّلام کے ظہور کی علامتوں اور اُن حضرت کے ظہور سے پہلے کے واقعات کا تذکرہ ہے۔

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ :

آیہ **اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَر** ّ قائم آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب آپ مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھیں گے تو مضطر ہوں گے، اللہ سے دعا کریں گے خدا ان کی دعا کو مستجاب کرے گا اور ان کی مشکلات کو حل کرے گا اور انہیں روئے زمین پر خلیفہ قرار دے گا۔ (فصل ۶، باب ۱، ح ۵)

رسول خدا نے فرمایا :

"اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں نا فرمان (فاسد) ہو جائیں گی اور تمہارے جوان بدکار ہو جائیں گے تم نیک باتوں کا حُکم نہیں دو گے اور برائیوں سے نہیں روکو گے۔عرض کیا: اے اللہ کے رسول: کیا ایسا ہوگا؟ فرمایا ہاں اور اس سے بدتر

وہ زمانہ ہوگا تم نیک بات کو برا سمجھوگے اور بری بات کو نیک خیال کروگے۔ " (فصل ۶, ب ۲,ح ۳)

اس باب کی تمام حدیثوں پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں بعض حالات کی پیشنگوئیوں کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں اور بعض گذرچکی ہیں اور ایسی ایسی چیزیں آئندہ گذرنے والی ہیں جن کے تصور سے ہم کانپ جاتے ہیں۔

تیسرے باب میں ایک حدیث ہے امیر المومنین سے وارد ہوا ہے کہ :

"جب ایک منادی آسمان سے ندا کرے گا 'حق آل محمد میں ہے' اس وقت لوگوں کی زبان پر مہدی ہی کا نام ہوگا اور وہ بے حد خوش ہوں گے۔" (فصل ۶, ب ۳, ح ۱۹)

امام صادق نے فرمایا :

"حضرت قائم کو ایک منادی (آسمان سے) آپ کی ولدیت کے ساتھ ندادے گا ... اسی روز حضرت قائم علیہِ السلام خروج کریں گے۔ " (فصل ۶, باب ۴, ح ۲)

ایک شخص نے امام صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا: "آپ کے قائم کب ظہور فرمائیں گے؟ فرمایا: جب گمراہی پھیل جائیگی۔ ہدایت کم ہو جائے گی ظلم و فساد زیادہ اصلاح و درستی کم ہوگی "مرد" مردوں پر اور عورتیں، عورتوں پر اکتفاء کریں گیں، فقہاء دنیا کی طرف مائل ہوں گے۔ زیادہ تر لوگ اشعار اور شعراء کو پسند کریں گے، بدعت گذاروں کا ایک گروہ مسخ ہو کر بندر اور سوّر کی صورت میں بدل جائے گا۔ سفیانی قتل ہوجائے گا، دجال کا خروج ہوگا ...۔ (فصل ۶, باب ۹, ح ۵)

<u>ساتویں فصل: (ص ۴۷۰ تا ۴۸۳)</u>

اس میں بارہ باب ہیں۔ ان میں ظہور کے بعد کے حالات نقل ہوئے ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ :

"خدا مہدی علیہ السّلام اور ان کے اصحاب کو زمین کے مشرق اور مغرب کا مالک بنائے گا۔ دین کو غالب کرے گا اور خدا ان کے اور ان کے اصحاب کے ذریعہ بدعت و باطل کو اسی طرح نابود کردے گا جیسے حماقت و جہالت حق کو پامال کر دیتی ہے۔ پھر ظلم کا کوئی نشان بھی نہ ملے گا۔ وہ نیک باتوں کا حکم دیں گے اور بری باتوں سے روکیں گے۔ اور پھر امر کا انجام تو خدا ہی کے لئے ہے۔ "

(فصل ۷, باب ۱, ص ۱)

جب قائم آل محمد قیام کریں گے تو خدا مشرق و مغرب والوں کو اکٹھا کر دے گا۔ وہ اس طرح جمع ہوجائیں گے جس طرح خریف کے بادل جمع ہوجاتے ہیں۔ " (فصل ۷, باب ۶, ح ۱)

امام باقر علیہ السّلام نے فرمایا :

"بے شک عیسیٰ قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے.... حضرت عیسیٰ مہدی علیہ السّلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ "

(فصل ۷, باب ۸, ح ۱)

ایک طولانی حدیث میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم نے فرمایا :

"جس دن دجال خروج کرے گا اس دن ستر ہزار یہودی ولدالزنا افراد، شراب خوار، گانے بجانے والے, لہو و لعب میں مبتلا افراد، بدّو عرب اور عورتیں اس کے ساتھ ہو جائیں گی۔ وہ زنا، لواط اور تمام ممنوعہ چیزوں کو مباح قرار دے گا یہاں تک کہ مرد، عورتوں اور لڑکوں کے ساتھ سر راہ کھلّم کھلّا بد فعلی کریں گے، مکہ مدینہ اور ائمہ کے مرقدوں کو چھوڑ کر پوری زمین پر قابض ہو جائیگا جب وہ اپنی سرکشی کی انتہا کر چکا ہوگا اور زمین اس کے اور اس کے مددگاروں کے ظلم سے بھر جائیگی تو اسے وہ (امام مہدی علیہ السّلام) قتل کریں گے جن کے پیچھے عیسٰی نماز پڑھیں گے۔ " (فصل ۷, باب ۹, ح ۲)

امام باقر علیہ السّلام نے فرمایا :

"جب ہمارا قائم قیام کرے گا تو خدا اپنے بندوں کے سروں پر ہاتھ رکھے گا جس سے ان کی عقلیں صحیح ہوجائیں گی اور جسم کامل ہو جائیں گے۔ " (فصل ۷, باب ۱۲، ح ۱)

<u>آٹھویں فصل: (ص ۴۸۳ تا ۴۸۶)</u>

اس میں دو باب ہیں جن میں آپکے اصحاب و انصار کے حالات درج ہیں۔

امیرالمومنین سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"مہدی کے اصحاب جوان ہوں گے ان میں کوئی بوڑھا نہ ہوگا مگر یہ کہ جیسے آنکھ میں سرمہ اور زاد میں نمک اور زاد میں سب سے کم نمک ہی ہوتا ہے۔ (بوڑھوں کی تعداد بہت کم ہوگی۔" (فصل ۸, باب ا, ح ۳)

نویں فصل: (ص ۴۸۷ تا ۴۹۱)

اس میں تین باب ہیں جن میں ظہور کے بعد آپ کی خلافت کی مدّت، لوگوں کے درمیان زندگی گذارنے کا طریقہ بیان ہوا ہے۔

امام صادق سے راوی نے پوچھا کہ قائم کتنے عرصہ تک حکومت کریں گے؟ فرمایا۔ "سات سال جوتمہارے ستر برس کے مساوی ہے۔ "

دسویں فصل: (ص ۴۹۲ تا ۵۲۵)

اس میں سات باب ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم نے فرمایا :

"جس نے میرے بیٹوں میں سے قائم کا انکار کیا در حقیقت اس نے میرا انکار کیا۔ "

فضیلت انتظار

امام علیہ السلام نے فرمایا: "خدا رحم کرے اس بندہ پر کہ جس نے ہمارے لئے اپنے نفس کو محسوس کیا۔ خدا رحم کرے اس بندہ پر جس نے ہمارے امر کو زندہ کیا۔ راوی نے پوچھا: اگر میں حضرت قائم کے ظہور سے پہلے ہی مر گیا ؟ فرمایا ! تم میں یہ کہنے والا کہ اگر میں حضرت قائم کے زمانہ میں رہوں گا تو ان حضرت کی مدد کروں گا، اس شخص کی طرح ہے جو آپکے ساتھ رہ کر تلوار سے جنگ کرنے والا ہے اور ان کے حضور میں شہادت پانے والا ہے۔ (فصل ۱۰, باب ۲, ح ۴)

اس کے بعد کے ابواب میں دعاؤں کا ذکر ہے جن کو پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ بہت سی دعاؤں کو آپ نے نقل کیا اور دوسری دعاؤں کی کتابوں سے رجوع کرنے کی تاکید کی ہے۔ مجموعی طور پر ایک بہترین کتاب ہے۔ حال ہی میں اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا ہے اور اس کے بعض حصوں کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

حاج شیخ آقا بزرگ تہرانی فرماتے ہیں کہ :

اس موضوع پر میں نے آج تک کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ شیخ حبیب مہاجر عاملی اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ : "ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ اس کتاب کا ایک نسخہ اپنے پاس رکھے ۔ "

خدایا ! ہماری معرفت میں اضافہ کر اور ہمیں ان حضرت کے اعوان و انصار میں شمار فرما۔ آمین۔

شرح زیارت امام زمانہ علیہ السّلام بروز جمعہ

ہر سال کی طرح اس سال بھی ہم حضرت حجّت علیہِ السلام کے متعلق ایک زیارت کی شرح ووضاحت پیش کریں گے۔ امسال جس زیارت کا انتخاب کیا گیا ہے وہ ہے زیارت امام زمانہ بروز جمعہ۔ لیکن مناسب یہ ہوگا کہ زیارت کے متعلق گفتگو شروع کرنے سے پہلے ہم روز جمعہ کی چند باتیں بیان کریں۔

فضیلت روز جمعہ:

دین اسلام میں روز جمعہ کی بہت اہمیت ہے۔ یوں تو سارے دن اللہ کے لئے ہیں لیکن جمعہ کو ایک خاص اہمیت و منزلت حاصل ہے۔ (۱) امام کاظم علیہ السّلام فرماتے ہیں :

"جمعہ کے روز اللہ نے انبیاء اور اوصیاء کو پیدا کیا۔"

(بحارالانوار ج ۵، ص ۲۲ نقل از بصائر الدرجات)

(۲) امام باقر علیہ السّلام کا ارشاد ہے :

"جمعہ کو جمعہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ جمعہ کے روز اللہ نے ساری مخلوقات کو جمع کیا تا کہ ان سے توحید کا, حضرت محمد کی نبوت اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کی ولایت کا عہد و پیمان لے۔ "

(تہذیب الاحکام از شیخ الطائفہ الطوسی ج ۳ ص ۳)

(۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں :

"جمعہ کا روز عبادت کا روز ہے، پس اس روز اللہ عز و جل کی (زیادہ سے زیادہ) عبادت کرو ".

(بحارالانوار، ج ۵۹، ص ۱۸ ،۱۹)

(۴) امام صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں :

"جمعہ کا دن مسلمانوں کی عید ہے اور یہ دن عید الفطر اور عید الاضحٰی سے افضل ہے۔ اور عیدوں میں اصل عید، عید غدیر ہے، جو اٹھارہ ذی الحجہ کو پڑی تھی اور وہ بھی جمعہ کا دن تھا۔ اور ہمارے (اہل بیت کے) قائم کا ظہور بھی جمعہ کو ہوگا اور قیامت بھی جمعہ کے دن پر پا کی جائے گی۔ " (بحارالانوار, ج ۵۹, ص ۲۶)

(۵) نبی اکرم نے فرمایا:

اَلْجُمُعَةُ سَيِّدُ الْاَيَّامِ۔

"جمعه ایام کا سید و سردار ہے۔ " (بحارالانوار، ج ۴۰, ص ۴۷)

(۶) امام باقر علیہ السّلام فرمایا کرتے تھے :

"ماہ رمضان کے شیعوں کی فضیلت دوسرے مہینوں کے جمعوں پر ویسی ہی ہے جیسے رسول اللہ کی فضیلت دوسرے رسولوں پر۔

(وسائل الشیعہ، ج ۱۰ ص ۳۶۳)

(۷) جمعہ کا دن حضرت ولی عصر ارواحنا فداہ سے منسوب ہے :

صقر بن ابي دلف امام علی نقی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ کو متوکل عباسی (لعنت اللہ علیہ) نے قید کیا تھا۔ صقر نے سوال کیا۔ میرے سید و قا! ایک حدیث پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم سے نقل ہوئی ہے لیکن میں اس کا معنی نہیں جانتا ہوں۔ امام نے سوال کیا۔ وہ کون کی حدیث ہے؟ میں نے عرض کیا:

لَا تُعَادُوْا الاَيَّامَ فَتُعَادِيْكُمْ؟ یعنی دنوں کی نافرمانی نہ کرنا ورنہ وہ تمہاری نافرمانی کریں گے۔ اس حدیث کے کیا معنی ہیں؟

امام علی نقی علیہ السّلام نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ہاں، اس حدیث میں دنوں سے مراد ہم ہیں جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں۔ پس سبت (سنیچر) رسول اللہ کا نام ہے، احد (اتوار) امیرالمومنین ہیں، الثنین (دوشنبہ) حسن وحسین ہیں، الثلثا(سہ شنبہ) سے مراد علی بن الحسین، محمّد ابنِ علی، اور جعفر ابن محمد ہیں، الر الاربعاء (چہارشنبہ) موسی بن جعفر، علی بن موسی، محمد بن علی اور میں (علی النقی) ہوں، الخمیس (جمعرات، پنج شنبہ) میرے بیٹے الحسن عسکری ہیں اور الجمعہ میرے پوتے (مہدی) ہیں کہ جن کے گرد حق اور حقیقت کے گروہ جمع ہوں گے۔ پس یہ ہیں ایام کے معنی لہذا ان کی نافرمانی نہ کرنا ورنہ آخرت میں وہ تمہاری نافرمانی کریں گے۔ " (بحار الانوار ج ۱۰۲, ص ۲۱۰, نقل از جمال الاسبوع از سید بن طاؤس، ص ۲۵)

درج بالا مقدمہ کے بعد، عالم بزرگوار، مروج الادعیہ و الزیارات، سید بن طاؤس نے دنوں کے مطابق معصومین علیہم السلام کی زیارتیں نقل کی ہیں۔ انہیں زیارتوں کو سقتہ

المحدثین مرحوم حاج شیخ عباس قمی (طاب ثراہ) نے اپنی نایاب تالیف "مفاتیح الجنان" میں پیش کیا ہے۔

شرح زیارت امام زمانہ بروز جمعہ:

(۱) اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حُجَّۃَ اللہِ فِیْ اَرْضِہٖ۔

"سلام ہو آپ پر اے حجت پروردگار اس کی زمین پر۔"

لفظ "سلام" پر المنتظر کے پچھلے اشاروں میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے انہیں زیارتوں اور دعاؤں کی وضاحت کے دوران، لہذا یہاں پر صرف اتنا کہہ کر اکتفا کریں گے کہ ایک مومن کا سلام اپنے امام کو آپ کی سلامتی کی تمنا کا اظہار ہے۔ اس جملہ میں لفظ "حجت" بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ حجت یعنی دلیل یا ثبوت اس کی جمع ہے حجج۔ یہ لفظ (حجت) قرآن مجید میں کئی مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے سورہ بقرہ آیہ ۱۵۰، سورہ نساء آیہ ۱۶۵ اور سورہ شوری آیے ۱۵ اور تینوں مقامات پر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلا سورہ نساء کی آیت میں ارشاد باری تعالی ہوتا ہے۔

رُسُلًا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللہِ حُجَّۃٌ بَعْدَ الرُّسُلِ

یعنی ہم نے انہیں رسول بنایا ہے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تا کہ لوگوں کی کوئی حجت و دلیل رسولوں

کے بھیجنے کے بعد اللہ پر رہ نہ جائے۔ جس طرح سارے انبیاء و مرسلین حجج الٰہی تھے، اسی طرح ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام بھی حجت خدا تھے۔ ایک روایت میں انبیاء اوصیاء اور ائمہ کو ظاہر کیا گیا ہے جب کہ عقل کو حجت باطن قرار دیا گیا ہے۔ یہ حدیث خبر ابن سکّیت کے نام سے مشہور ہے۔ اس حدیث میں ابن سکّیت، جو ایک مورد اعتماد شیعہ اور امام اللغہ تھے، نے اپنے امام وقت حضرت علی بن موسیٰ الرضا سے دریافت کیا تھا کہ اللہ تعالی نے انبیاء کو مختلف معجزے کیوں عطا کئے تھے؟ جب امام جواب فرما چکے، ابن سکّیت نے سوال کیا، اب انبیاء تو نہیں ہیں) پس آج زمین پر حجت خدا کون ہے؟ اِمام علیہِ السلام نے فرمایا : عقل - کیوں کہ عقل کے ذریعہ تم یہ ثابت کر سکتے ہو کہ کون اللہ کا سچہ نمائندہ ہے پھر تم اس کی تصدیق کرسکو اور کون جھوٹا دعویدار ہے تا کہ اس کی تکذیب کرو، اسے جھٹلاؤ۔ (کافی، ج ا ص ۲۴، بحارالانوار، ج ۱ ص ۱۰۵, ح ۱)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام حجت ظاہر ہیں اور عقل حجت باطن۔ دوسرے لفظوں میں، امام عقل ظاہر ہیں اور عقل امام باطن۔ یعنی جو صاحب عقل و فہم ہوگا وہ یقینا امام وقت کی امامت کی تصدیق کرے گا اور جو امام وقت کا شیعہ ہوگا حتمی طور پر صاحب عقل وفہم ہوگا۔ صرف وہ افراد جن کی عقلوں پر پردے پڑ چکے ہیں، وہی امام حق کا انکار کریں گے۔ لہذا امام، اللہ کی وہ حجت ہیں کہ جن کے وجود اقدس کے بعد لوگوں کے پاس خدا کے خلاف کوئی عذر باقی نہیں رہے گا۔

ایک اہم نکتہ :

جملہ میں لفظ "ارضہ" کا مطلب ہے خدا کی زمین. ضمیرہ کا مرجع ہے "اللہ" یعنی "ارضہ" کا ضمیر "ہ" اللہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ لیکن زمین سے مراد صرف یہ زمین یا کرۂ ارض نہیں ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں بلکہ اس سے مراد تمام عالم امکان ہے۔ اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

قَال الصادقؑ: اِنَّ لِلّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ اثنی عشر الف عَالَمٍ، کُلُّ عَالَمٍ مِنْہُمْ اَکْبَرُ مِنْ سَبعَ سَمَواتٍ وَ سَبْعِ اَرَضِیْنَ، مَا یریٰ عَالَمًا مِنْہُمْ اَنَّ لِلّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ عَالَمًا غَیْرُہُمْ وَ اَنَا الْحُجَّۃُ عَلَیْہِمْ۔

(تفسیر نور الثقلین، ج ۱, ص ۲۶، ح ۷۲ نقل از کتاب اخصال)

امام صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں :

"بیشک اللہ عز وجل کے لئے بارہ ہزار کا ئنات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کائنات سات آسمان اور سات زمینوں سے بڑی ہے۔ ہر کائنات یہ گمان کرتی ہے کہ اللہ عز وجل کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور کائنات نہیں ہے۔ اور ان (ساری کائنات پر) میں یعنی امام وقت اللہ کی حجّت ہوں۔ "

زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی :

ہم شیعوں کا یہ مسلّم عقیدہ ہے کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی حجت خدا نہ ہو تو ساری کائنات بلکہ پورا عالم امکان نیست و نابود ہو جائے گا۔ امام صادق فرماتے ہیں۔

لو بقی الأرض بغیر إمام لاخ .

(الکافی، ج ۱ کتاب الحجّتہ)

"اگر زمین بغیر حجت خدا کے باقی رہے گی تو نیست و نابود ہو جائے گی۔ "

اس معصوم کی مولائے کائنات نے اس طرح وضاحت فرمائی ہے۔

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ خطبة خطبہا بِالْکُوْفَۃِ طَوْیْلَۃٌ ذِکْرُہَا: اَللّٰہُمَّ اِنَّہٗ لَا بُدَّ لَکَ مِنْ حُجَجٍ فِیْ ارضِکَ، حُجَّۃٍ بَعْدَ حجَّۃٍ عَلیٰ خَلْقِکَ یَہْدُوْنَہُمْ اِلَی دِیْنِکَ، وَ یُعَلِّمُوْنَہُمْ عِلْمَکَ. کَیْلَا یَتَفَرَّقَ اَتْبَاعُ اَوْلِیَائِکَ، ظَاہِرٍ غَیْرِ مُطَاعٍ، اَوْ مُکْتَتَمٍ خَائِفٍ یَتَرَقَّبُ. اِنْ غَابَ عَنِ النَّاسِ شَخْصُہُمْ فِیْ حَالِ ہُدْنَتِہِمْ فِیْ دَوْلَۃِ الْبَاطِلِ فَلَنْ یَغِیْبَ عَنْہُمْ مَبْثُوْثُ عِلْمِہِمْ وَ آدابُہُمْ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنِ مُثْبَتَۃٌ وَ ہُمْ بِہَا عَامِلُوْنَ، یَأنِسُوْنَ بِمَا یَسْتَوْحِشُ مِنْہُ الْمُکَذِّبُوْنَ، وَ یَأبَاہُ الْمُسْرِفُوْنَ بِاللّٰہِ، کلامٌ یُکَالُ بِلَا ثَمَنٍ، مَنْ کَانَ یَسْمَعُہٗ یَعْقِلُہٗ فَیَعْرِفُہٗ وَ یُؤْمِنُ بِہٖ وَ یَتَّبِعُہٗ وَ یَنْہَجُ نَہْجُہٗ فَیُصْلِحُ بِہٖ، ثُمَّ یَقُوْلُ: فَمِنْ ہٰذَا وَ لِہَا ہٰذَا یَارَزُ الْعِلْمُ اِذْ لَمْ یُوْجَدْ حَمَلَۃٌ یَحْفَظُوْنَہٗ وَ یُؤَدُّوْنَہٗ کَمَا یَسْمَعُوْنَہٗ مِنَ الْعَالِمِ، ثُمّ قَالَ بَعْدَ کَلَامٍ طَوِیل فی ہذہ الخطبۃ: اَللّٰہُمَّ وَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ الْغَیْبَ اَنَّ الْعِلْمَ لَا یَارَزُکُلُّہٗ وَلَا یَنْقَطِعُ مَوَادُہٗ، فَاِنَّکَ لَا تَخْلِیْ اَرْضُکَ مِنْ حُجَّۃٍ عَلَی خَلْقِکَ، اِمَّا ظَاہِرٍ مُطَاعٍ اَوْ خَائِفٍ مَغْمُوْرٍ لَیْسَ بِمُکطضاعٍ، لَکَیْلَا تُبْطَلَ حُجَّتُکَ، وَ یُضَلَّ اَوْلِیَاؤُکَ بَعْدَ اِذْ ہَدَیْتَہُمْ۔

(کافی ۳۳۹/۱, بحار الانوار، ج ۲۳, ص ۵۳)

"خداوندا روی زمین پر تیری حجّتوں میں سے ایک کے بعد دوسرے کا ہونا ضروری ہے تا کہ وہ لوگوں کی تیرے دین کی طرف ہدایت کریں، اور تیرے علم کی اُنہیں تعلیم دیں، تا کہ تیرے اوصیاء کے پیروکار متفرق نہ ہوں۔ (تیری حجت ہر صورت میں ضروری ہے) خواہ وہ ظاہر اور اس کی اطاعت نہ کی جاتی ہو۔ خواہ مخفی ہو یا خائف ہو کہ (مگر) اس کے ظہور کی امید ہو۔ اگر تیرے ولی کا وجود لوگوں کی نظروں سے غائب ہو صلح اور عدم معرکہ کی صورت میں تاہم اس کے منتشر علوم و آباد مومنین کے دلوں میں ثابت و بر قرار ہوں گے وہ ان پر عمل کرنے والے ہوں گے۔ جس سے جھوٹ بدلنے والے وحشت زدہ ہوں گے اور تجاوز و سرکشی کرنے والے انکار کرتے ہوں گے مومنین اس سے مانوس ہوں گے۔ (امام اور حجت کے) کلام کو آزمایا نہیں جائے گا۔ جو ان کے کلام کو سنے گا اسے قبول کریگا اور وہ اچھی طرح سمجھ لیں گے۔ ان پر ایمان لائیں گے۔ ان کے طریقے پر چلیں گے، یہی ہدایت یافتہ ہوں گے۔ اسی خطبہ میں دوسری جگہ فرمایا ہے۔ کس میں یہ علم و آداب کم ہوجاتا ہے علم جب اس کے ایسے حامل نہ پائے جاتے ہوں، جو اس کی حفاظت کریں گے، اور جیسا کہ علماء سے سنا ہے اس کی روایت کریں۔ خداوندا میں جانتا ہوں کہ کُل علم غائب نہیں ہوا اور نہ اس کے سرچشمے بند ہوئے ہیں۔ تو زمین کو اپنی حجت سے اپنی مخلوق پر کبھی خالی نہیں چھوڑتا خواہ وہ حجت اس صورت میں موجود اور ظاہر ہو کہ اس کی اطاعت کی جاتی ہو یا وہ بحالت خوف

پوشیدہ ہوکر کوئی اس کی اطاعت نہ کرے۔ تو یہ اس لئے کرتا ہے تا کہ تیری حجت باطل نہ ہو اور تیرے اوصیاء ہدایت کے بعد گمراہ نہ ہوں ۔ "

(بقیہ آئیندہ سال)

زمانہء غیبت دور امتحان و آزمائش

مقدمہ

اس وقت ہم لوگ جس زمانہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں یہ غیبت کبری کا زمانہ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں امام زمانہ حضرت حجّت بن الحسن العسکری ارواحنا لہ الفداء کا کوئی نائب خاص نہیں ہے جن کے ذریعہ امام علیہ السلام سے رابطہ قائم ہو سکے ادھر سے سوال اور ادھر سے جواب کر سکے یہ زمانہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک خداوند عالم حضرت امام مہدی علیہ السلام کو ظہور کی اجازت نہیں دیتا۔ جس وقت وہ خدا کے حکم سے ظہور فرمائیں گے لوگوں کو ان کی زیارت کا شرف نصیب ہوگا۔ ان کی خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل ہوگی۔ جب تک خدا ظہور کی اجازت نہیں دیتا اس وقت تک یہ غیبت کبری کا دور جاری رہے گا۔ یہ دور امتحان اور آزمائش کا دور ہے۔ اس زمانہ کی خصوصیات ہیں۔

۱ - عدم رابطہ

غیبت صغریٰ میں بھی امام عصر علیہ السلام عام لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ تھے مگر مخصوص نائبین تھے جن کے ذریعہ آپ سے رابطہ برقرار تھا۔ لوگ ان نائبین خاص کے پاس اپنے مسائل لے کر حاضر ہوتے تھے اور یہ حضرات امام کی اجازت سے مسائل امام عصر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور امام علیہ السلام ان کا جواب مرحمت فرماتے تھے۔ شعبان ۳۲۹ ہجری چوتھے نائب جناب علی بن محمد سیمری کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اور غیبت کبری کا آغاز ہو گیا۔ اس غیبت کبریٰ میں عوام کی طرف سے امام سے براہ راست رابطہ ختم ہو گیا۔ امام وقت ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ اتنا یقین ہے وہ زندہ ہیں۔ اس زمین پر ہیں۔ لوگوں کے درمیان آتے جاتے رہتے ہیں لیکن لوگوں کو ان کی جگہ کا علم نہیں ہے۔ اس طرح امام وقت سے دوری صاحبان ایمان کے لئے سخت ترین مصیبت ہے۔

۲ - ظالموں کی حکومت اس زمانہ کی ایک خاص مصیبت یہ ہے کہ اس وقت دنیا کے کسی بھی گوشہ میں اسلام کے عادلانہ، منصفانہ اور حیات آفرین قوانین پوری طرح نافذ نہیں ہیں۔ ہر طرف ظلوم و جہول انسان کے بنائے ہوئے ظالمانہ قوانین نافذ ہیں اور تخت حکومت پر ظالم براجمان ہیں۔ ظالمانہ قوانین اور ظالم حکومتوں کی بنا پر ساری دنیا میں ظلم، عام ہوگیا ہے۔ ظلم کو ظلم سے مٹانے کی جتنی بھی کوشیشیں ہورہی ہیں اتنا ہی ظلم میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

۳ - امتحان و آزمائش

یہ دور امتحان اور آزمائش کا دور ہے۔ اس میں زمانہ کی عظیم ترین مصیبت یہ ہے کہ امام علیہ السلام نظروں سے اوجھل ہیں اور ظالموں کی حکومت کا دور دورہ ہے۔ ہر طرف ظلم و جور کی تاریکی ہے اور ہر قدم پر پھسلنے کا اندیشہ ہے۔ منجملہ اور بہت سی لغزشوں کے خطرات کے تین مقامات ایسے ہیں جہاں زبردست الغزش کا خطرہ لاحق ہے۔ ایسی لغزش جس کے بعد تباہی ہے اور قیامت کا دردناک عذاب ہے۔

الف۔ مادی رجحانات

مادیت اور مادی خواہشات۔ ہر انسان ان کو پورا کرنے میں لگا ہوا ہے۔ جب تک یہ پوری طرح حاصل نہیں ہو جاتیں اس وقت تک انسان کو چین نہیں آتا ہے اور مشکل یہ ہے ایک خواہش پوری ہونے سے پہلے دوسری خواہش ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ جس کو پورا کرنے کے لئے انسان جائز و ناجائز، حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا ہے۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوتا ہے پہلے رفتہ رفتہ اسلامی قوانین کی اہمیت کم ہوتی ہے۔ پھر وہ حدود نظر انداز ہونے لگتے ہیں اور پھر ان کی مخالفت ہونے لگتی ہے۔ اور آخر میں نوبت یہاں تک پہونچتی ہے کہ انسان پوری طرح دین سے دور ہو جاتا ہے۔

ب - ذہنی تناؤ

اس وقت کا انسان اور خاص کر مسلمان مختلف ذہنی تناؤ میں گرفتار ہے۔ ہر قدم پر اس قدر مشکلات ہیں اور اتنے شکوک و شبہات ہیں کہ ایمان کی حفاظت ایک بڑا مسئلہ ہے۔ اس وقت ایمان کی حفاظت کے لئے شدید ایثار و قربانی کی ضرورت ہے۔

ج - اعتراضات

امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت جتنی زیادہ طولانی ہوتی جارہی ہے دشمنان اسلام و اہل بیت کی طرف سے اعتراضات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ مادی رجحانات ہمیں امام سے دور کر رہے ہیں۔ طرح طرح کے اعتراضات اُبھر کر آرہے ہیں اور پرانے اعتراضات نئے انداز میں پیش کئے جارہے ہیں آج کی مصروف زندگی میں لوگوں کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ ان اعتراضات کے صحیح جوابات کتابوں کا معتبر عالم دین سے حاصل

کر سکیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بات جو کل تک اعتراض کی صورت میں تھی۔ وہ رفتہ رفتہ شبہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ عقیدہ متاثر ہونے لگتا ہے۔ وہ امام جس کی امامت کا عقیدہ روح زندگی اور جان دین ہے وہ زندگی کے حاشیہ میں چلا جاتا ہے۔ اور جیسے جیسے یہ مسائل بڑھتے رہتے ہیں امتحان سخت سے سخت تر ہوتا جاتا ہے۔ دین اہل بیت پر ثابت قدم رہنا دشوار ہو جاتا ہے۔

روایتوں میں اس دور کو امتحان اور آزمائش کا دور کہا گیا ہے۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں انسان کے قدم ڈگمگا سکتے ہیں۔ اگر ہر آن خدا و رسول سے مدد طلب نہ کی جائے۔ اور پناہ حاصل نہ کی جائے تو روز بروز بڑھتے ہوئے ذہنی تناؤ اور سماجی دباؤ میں ایک لغزش آخرت کو برباد کرسکتی ہے۔

روایتوں میں اس دور غیبت کبری کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ روایتوں کے مطالعہ سے اس زمانہ کی مشکلات کا اندازہ ہوجائے گا۔ روایتوں میں جن حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کو چند عنوان کے تحت بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ شیعہ روایتوں کے ساتھ ساتھ اہل سنت کی روایتوں کا بھی ذکر کریں گے۔

۱ - ظلم و جور سے زمین کا بھر جانا

شیعہ اور اہل سنت دونوں نے اس مضمون کی متعدد روایتیں نقل کی ہیں۔

”وہ (امام مہدی علیہ السّلام) زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دینگے جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوگی۔ "

ظلم کا مفہوم صرف یہ نہیں ہے کہ کوئی کسی کو بلا وجہ اذیت پہنچائے۔ کسی یتیم کو طمانچہ لگائے۔ ظلم کا ایک جامع مفہوم ہے۔ عدل و انصاف کے راستے سے منحرف ہو جانا۔ صراط مستقیم سے جھک جانا۔ توحید کے مقابلہ میں شرک ظلم ہے۔ نبوت کے مقابلہ میں کفر ظلم ہے۔ امامت کے مقابلہ میں منافقت ظلم ہے وہ تمام لوگ جو کسی نہ کسی طرح توحید، نبوت، امامت.... سے منحرف ہیں وہ ظلم میں گرفتار ہیں افسوس تو یہ ہے کہ آج دنیا کی اکثریت اس صراط مستقیم سے منحرف ہے اور دنیا ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔ یہ تو عقائد و نظریات کی بات ہے۔ اور جہاں تک عملی ظلم و جور، نا انصافی کا سوال ہے تو یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ہر ایک محسوس کر رہا ہے جس کے لئے کسی کیا استدلال یا کسی واقعہ کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔ اس بنا پر علمی، عملی، انفرادی، اجتماعی، سیاسی، اقتصادی - ہر میدان میں ظلم ہی ظلم ہے۔

انشاء اللہ جب حضرت ولی عصر علیہ السلام تشریف لائیں گے تو یہ زمین ہر طرح کے ظلم و جور سے پاک ہو جائیگی اور ہر طرف عدل و انصاف ہوگا ظلم کا نام ونشان تک نہ ہوگا۔

۲ - فتنے سر ابھاریں گے

حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا :

"قائم علیہ السلام کا ظہور نہ ہوگا مگر اس وقت جب لوگوں پر شدید خوف کا سایہ ہوگا۔ زلزلے، فتنے اور بلائیں ہر طرف سے لوگوں کو گھیرے ہوں گی۔ " (غیبت نعمانی ص ۲۳۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :

"اس زمانہ میں فتنے ہوں گے اور گمراہیوں کے وحشتناک حالات ہوں گے۔ " (غیبت نعمانی ص ۱۵۳)

اہل سنت کے یہاں بھی اسی طرح کی روایتیں ہیں۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

"زمانہ نزدیک آئے گا کام کم ہو جائیں گے، خود پسندی و خود غرضی بڑھ جائیں گی کینہ تو زبان عام ہو جائیں گی، فتنے اور آشوب سر اٹھائیں گے۔" (صحیح بُخاری ۹/۱۶۱)

"میں تمہارے گھروں میں فتنوں کی جگہ دیکھ رہا ہوں۔ جس طرح تمہارے گھروں میں بارش ہوتے دیکھ رہا ہوں۔ "

(صحیح بُخاری ۸/۱۶۸)

عربی زبان میں فتنہ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

الف ۔ آزمائش واختیار

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَن يَسْبِقُونَا ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

"کیا لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ان کے یہ کہہ دینے اپنے سے ہم ایمان لے آئے ہیں وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔ ‘‘ (سورہ عنکبوت آیت ۲)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس آیت کریمہ کے ذیل میں فرمایا :

"**یفتنون کما یفتن الذھب**" وہ اس طرح پر کھے جائیں گے جس طرح سونا پرکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

"**یخلصون کما یخلص الذھب**" وہ اس طرح کھرے اور خالص ہو جائیں گے جس طرح سونا کھرا ہوتا ہے۔ "

(غیبت نعمانی ۲۰۳)

سونے کو کھرا کرنے کے لئے آگ میں تپایا جاتا ہے آزمائش کی جاتی ہے۔ فتنہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ اس دور میں تمہاری آزمائش کی جائے گی سختیوں کی آگ میں تپا کر خالص اور کھرے کئے جاؤ گے۔ ظاہر ہے یہ کام آسان نہیں ہیں۔

ب ۔ گمراہی اور گناہ

"فاتن" اس کو کہتے ہیں جو راہ حق سے منحرف ہو گیا ہو۔ گمراہ ہو گیا ہو۔ اس لئے شیطان کا ایک نام "فاتن" بھی ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔ **وان کادوا لیفتنونك من الذي أوحینا الیك** .

"یہ لوگ۔ کفار۔ آپ کو اس راستے سے گمراہ کرنا چاہتے ہیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے۔ "

اگر فتنہ کو گمراہی کے حق میں لیا جائے تو روایتوں کا مطلب یہ ہوگا آخری زمانہ میں ایسی باتیں ظاہر ہوں گی جن کی بنا پر لوگ راہِ حق سے صراط مستقیم سے منحرف ہو جائیں گے۔

ج ۔ قتل و غارتگری

سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۰۱ میں ہے۔

إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا

"اگر تمہیں اس بات کا خوف ہے وہ لوگ تمہیں قتل کردیں گے جو کافر ہو گئے ہیں۔ "

دنیا کے موجودہ حالات اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ ہر طرف دہشت گروں کا ماحول گرم ہے ہر طرف قتل و غارتگری کی فضا عام ہے۔

اگر ذرا سا غور کیا جائے تو یہ تمام ہی معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ آخری زمانہ کے حالات ایسے ہوں گے جہاں لوگ دین حق سے منحرف ہورہے ہوں گے دین سے بیزاری ہوگی امن وامان رخصت ہو جائے گا قتل و غارتگری عام ہوگی ایسے میں دین حق پر ثابت قدم رہنا واقعا آزمائش ہے اور کڑی آزمائش۔

۳ - سختیاں اور بلائیں روایتوں میں آخری زمانے کی ایک خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس زمانہ میں بہت سختیاں ہوں گی لوگ سختیوں کے مارے موت کی تمنا کریں گے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا :

"حضرت قائم کا ظہور اس زمانہ میں ہوگا جب لوگوں میں شدید خوف ہوگا، زلزلے ہوں گے فتنہ اور بلائیں لوگوں کو گھیرے ہوں گی، اس سے پہلے طاعون پھیلے گا، عربوں کے درمیان شدید جنگ ہوگی، لوگوں میں زبردست اختلاف ہو گا۔ دین میں انتشار ہو گا، حالتوں میں تغیر و تبدل ہوگا۔ یہاں تک کہ انسان صبح و شام موت کی تمنا کرے گا۔ اور یہ لوگوں کی طرف سے ملنے والی پریشانیوں اور تکلیفوں کی بنا پر لوگ ایک دوسرے کو کھارہے ہوں گے۔ " (بحارالانوار, ج ۵۴، ص ۲۳۱)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا :

"قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک ایک انسان کا گذر ایک قبر سے ہوگا تو کہے گا کاش میں اس کی جگہ ہوتا ‘‘

(صحیح مسلم، ج ۸, ص ۱۸۲)

انسان اس وقت موت کی تمنا کرتا ہے جب ہر طرف سختیاں ہی سختیاں ہوں، پورا معاشرہ انحراف کا شکار ہو۔ اس وقت دنیا جس شدید بلا و مصیبت میں گرفتار ہے وہ بعض سرکش، ظالم، ستمگر، بے رحم، خود غرض، مغرور، حیوان صفت شیطان خصلت۔ شکل سے انسان، عادت سے حیوان.... افراد کی طرف سے ڈھائے جانے والے وہ مظالم ہیں جو پوری دنیا پر مختلف بہانوں سے توڑے جارہے ہیں ہر روز مہلک ہتھیا را ایجاد ہورہے ہیں نئے نئے اسلحہ سامنے آرہے ہیں۔ ہر مرتبہ ایک نئے انداز سے دہشت گردی

سر اٹھاتی ہے.... اگر ذرا غور کیا جائے تو ایسا لگتا ہے نہ جانے کی دنیا کب بارود کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائے۔

تعجب تو یہ ہے کہ جن کے پاس سب سے زیادہ انسان کو تباہ و برباد کرنے کے وسائل موجود ہیں جن کی تجارت کا بڑا حصہ اسلحوں کی تجارت پر مشتمل ہے۔ وہی انسانیت کی ہمدردی کا ڈھول پیٹ رہے ہیں وہ ایک طرف سے دہشت گردوں کو گراں قیمت اسلحہ سپلائی کر کے اپنی تجارت چمکا رہے ہیں اور دوسری طرف سے دہشت گردی کی مختلف بھی کر رہے ہیں۔

ان حالات میں اگر کوئی چیز انسان کو سکون و قرار عطا کر سکتی ہے وہ صرف حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا عقیدہ۔ یہ عقیدہ سخت ترین حالات میں بھی انسان کو دین پر ثابت قدم رہنے کی قوت و حوصلہ عطا کرتا ہے۔

۴ - حیرت و سرگردانی

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا :

"ان کے لئے حیرت اور غیبت ہے جس میں کچھ لوگ گمراہ ہوں گے اور کچھ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ "

(کمال الدین، ص ۲۸۹)

امام زمانہ علیہ السلام کے غائب رہنے سے لوگ حیران سرگرداں ہوں گے یہ سرگردانی اور حیرت۔

الف: عقیدوں میں حیرت ہوگی۔ نادان اور تعلیمات

اسلامی سے ناواقف حضرات طرح طرح کے اعتراضات اور شبہات سے حیران ہوں گے۔

ب: جوابات میں حیرانی ہوگی ۔ جب ہر طرف سے

اعتراضات کی بوچھار ہورہی ہوگی اس وقت کوئی ایسی معتبر مستند جگہ نہ ہوگی جہاں ان اعتراضات کا مکمال اور اطمینان بخش جواب مل سکے۔

ج: امام کے بارے میں حیرانی ہوگی۔ طولانی غیبت کی بنا پر لوگ حیران ہوں گے۔ امام کہاں ہیں؟ کیسے ہیں؟ کیوں نہیں آرہے ہیں۔ حالات کو بدل کیوں نہیں رہے ہیں ۔

د: رہبر کے بارے میں حیرانی ہوگی۔ کوئی ایسا رہبر نہیں

ہو گا جس کی رہبری پر سب متفق ہوں اس وقت رہبروں کی بہتات نے لوگوں کو اور زیادہ حیران کردیا ہے۔

۵ ۔ شدید اختلافات

*حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث ہے :

"تمہیں مہدی کی بشارت دے رہا ہوں جو میری امت میں ظاہر ہوں گے۔ جب لوگ شدید باہمی اختلافات اور زلزلے کا شکار ہوں گے۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ (غیبت شیخ طوسی)

*حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس زمانہ کی خصوصیات اس طرح بیان فرمائی ہیں :

"لوگوں میں شدید اختلاف ہوگا، دین میں انتشار ہوگا۔ حالات اتھل پتھل ہوں گے۔ " (غیبت نعمانی – ۲۳۵)

*حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا :

"عنقریب فتنہ تفرقہ اور اختلافات ظاہر ہوں گے۔ " (سنن ابن ماجہ ۱۳۱۰/۲)

*آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ بھی ارشادفرمایا :

"میں اپنی امت کے بارے میں جس سے ڈر رہا ہوں وہ گمراہ کرنے والے لیڈر ہیں۔ " (سنن ابن ماجہ ۲/۱۳۰۴)

نظریات کے اختلافات، اور عقیدوں میں انتشار یہ ظلم اور انحراف کی واضح شکل ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جسے ہم زندگی کے ہر شعبہ میں بری طرح دیکھ رہے ہیں۔ مذہبی، سیاسی، اجتماعی، اقتصادی ..... اس اختلاف و انتشار نے ایسا سب کو گھیر لیا ہے کہ ہر جگہ لوگ ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں قتل و غارتگری کا بازار گرم ہے۔ فتنہ و فساد کی منڈی چڑھی ہوئی ہے۔

ہر دور میں ایسے لوگ رہے ہیں جو عوام کو باطل کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات سے لیکر آج تک یہ سلسلہ جاری ہے آج بھی ایسے دنیا پر فریفتہ، آخرت سے بے خبر افراد مل جائیں گے جو لوگوں کو

قادیانیت اور بہائیت جیسے باطل مذہب کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک ہی مکتب فکر میں مختلف افراد نظر آتے ہیں جو اپنے اپنے نظریات کا پر چار کر کے قوم میں شدید اختلاف برپا کر کے قوم کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے قوم کو کمزور کر رہے ہیں اور قوم کو اس کے اصلی، ضروری مسائل سے منحرف کر کے ترقی سے روک رہے ہیں۔ باطل مذاہب ترقی کررہے ہیں اور ہم باہمی اختلاف کا شکار ہیں۔

۶ - حضرت ولی عصر علیہ السّلام کے بارے میں اختلاف

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت ولی عصر علیہ السلام کی دوسرے انبیاء علیہم السلام سے شباہت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا : "وہ اختلاف میں جناب عیسی علیہ السلام سے مشابہ ہیں۔ کچھ لوگ کہیں گے وہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں۔ کچھ کہیں گے پیدا ہوئے تھے انتقال کر گئے، کچھ کہیں گے قتل کردیئے گئے۔ " (کمال الدین ۳۲۷)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :

"خدا کی قسم تمہارے امام مدتوں تمہاری نگاہوں سے غائب رہیں گے۔ اس زمانہ میں تمہارا امتحان اور آزمائش ہوگی۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ کہیں گے۔ انتقال ہوگیا۔ فنا ہو گئے کس درے میں چلے گئے جبکہ مومنین کی آنکھیں ان کے لئے اشکبار ہوں گی۔

(کمال الدین ۳۴۷)

اس بات پر تو تمام ملت اسلامیہ متفق ہے کہ آخری زمانے میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسل سے ایک شخص ظاہر ہوگا جس کا لقب مہدی ہوگا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہمنام ہو گا وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی مگر اس بات میں اختلاف ہے۔ کہ وہ جناب فاطمہ کی نسل سے ہوں گے یا کسی اور کی ذریت میں ہوں گے۔ وہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد ہیں یا امام حسین علیہ السلام- وہ پیدا ہو چکے ہیں۔ یا پیدا ہوں گے۔ اگر پیدا ہو چکے ہیں۔ تو کیا اب تک زندہ ہیں یا انتقال فرما گئے۔ اگر زندہ ہیں تو کہاں ہیں۔ کب آئیں گے۔

یہ تمام اختلافات اس بنا پر ہیں کہ دنیا نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل نہیں کیا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت درجہ معتبر حدیث ہے۔

"میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب قرآن اور دوسرے میرے اہل بیت جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے اس وقت تک گمراہ نہیں ہو گے اور یہ ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے جب تک حوض کور پر مجھ سے ملاقات نہ کرلیں۔

چونکہ عموم امت نے اہل بیت علیہم السلام کے در سے تمسک نہیں کیا۔ ان سے دینی تعلیمات حاصل نہیں کی۔ اس بنا پر شدید اختلافات کا شکار ہو گئے۔ اور جب تک نیہ دنیا اہل بیت علیہم السلام کے در پر نہیں آئے گی اس وقت تک اسی طرح اختلافات کا شکار رہے گی۔

۷ - منحرف حکّام

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جب حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

"خداوند عالم نے مجھ پر وحی کی ہے کہ ظہور اس وقت ہوگا۔ جب علم اٹھ جائیگا اور جہالت عام ہو جائے گی ....حکمراں کافر ہوجائیں گے، زمام حکومت گناہ گاروں کے ہاتھوں میں ہوگی۔ ان کے دوست اور معاون ستمگر ہوں گے۔ ان کے صاحبان فکر ونظر فاسق اور بدکار ہوں گے۔ " (کمال الدین ۲۵۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :

”اور دیکھو حکّام کافروں سے نزدیک ہوں گے اور نیکو کاروں سے دور، سر پرست اور حکام فیصلہ کرنے میں رشوت لیں گے اور زیادہ کی ہوس کریں گے۔ " (منتخب الاثر ۴۲۹)

صحیح مسلم میں یہ روایت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

"میرے بعد ایسے رہنما آئیں گے جو میری ہدایت اور راستہ پر نہ ہوں گے۔ وہ میری سنت پر عمل نہیں کریں گے عنقریب ان کے درمیان ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کے دل شیطان جیسے ہوں گے اور بدن انسان کی طرح ہوں گے۔ (صحیح مسلم ۶/۲۰)

ان روایتوں سے چند باتیں سامنے آتی ہیں۔

الف: یہ حکام انہیں مسلمانوں کی نسل سے ہوں گے۔ انھیں کی آل اولاد ہوں گے۔

ب: گھر اور سماج کی گمراہ کن تعلیم و تربیت نے انھیں منحرف کردیا ہے۔

ایسے حکام جو اس بگڑے ماحول کے پرورده افراد حاکم کی کرسی پر بیٹھیں گے تو ظاہر وہ اپنے ظالمانہ رویئے سے سوائے ظلم و فساد کے اور کیا امید کر سکتے ہیں۔

اس انحراف کا سلسلہ تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ اسی انحراف کے نتیجہ میں بنی امیہ اور بنی عباس برسر اقتدار آئے تھے۔ جس اسلام نے تقوی و پرہیز گاری ایمان اور حسن عمل پر زور دیا تھا اور ہر ایک کو اس کی دعوت دی تھی اس کے ماننے والوں نے حکمرانوں کو ہر طرح کے نیک کردار سے آزاد کر دیا۔ اب تقوی و پرہیزگاری۔ ایمان و ایمانداری حاکموں کے لئے شرط لازم کیا شرط اضافی بھی نہ رہی۔ جس کی روشن مثالیں اس وقت ہر طرف موجود ہیں۔ جب تک اسی طرح افراد حکومت پر قابض رہیں گے معاشرہ میں ظلم و جور فتنہ و فساد بڑھتا ہی جائے گا ۔

<u>۸ - امتحان و آزمائش</u>

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :

" *یہ امر تم تک نہیں پہونچے گا مگر مایوسی کے بعد۔ نہیں خدا کی قسم یہاں تک تم ایک دوسرے سے جدا کئے جاؤ۔ نہیں خدا کی قسم یہاں تک کہ تمہارا امتحان لیا جائے۔ نہیں خدا کی قسم یہاں تک کہ شقی اور بد بخت شقی ہو جائے اور سعید و نیک بخت سعید ہوجائے۔ "

(کمال الدین, ص ۳۴۶)

ایک دوسری روایت میں فرمایا :

" *پر اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم بغیر رہنما اور امام کے ہو جاؤ گے اور تم ایک دوسرے سے اظہار بیزاری کررہے ہوگے۔ اس وقت تمہاری آزمائش ہوگی اور تم ایک دوسرے سے مشخص کیئے جاؤ گے اور چھانے جاؤ گے۔ (کمال الدین ۳۴۸)

اہل سنت کے بڑے محدث ابن ماجہ نے اپنی کتاب "سنن" جو "سنن ابن ماجه" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

"آنے والا زمانہ تمہارے لئے کیا ہوگا۔ اور وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے۔ جب لوگ چھانے جائیں گے۔ پست و بے وقعت افراد رہ جائیں گے۔ جو اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیں گے۔ ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے اختلاف کریں گے اور یہ ضرور ہوگیا۔"

(سنن ابن ماجه, ۲/۱۳۰۷)

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی ایک روایت میں آخری زمانے کی آزمائش اور امتحان کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اگر ان حدیثوں پر غور کریں تو بس ایسا ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام اس وقت کا آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہے ہیں۔ روایت اس طرح ہے۔

"اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری زندگی ہے۔ جو تم پسند کرتے ہو وہ نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ تم ایک دوسرے کے چہرے پر تھوکو۔ اور ایک دوسرے کو جھوٹا کہو یہاں تک تم سے (یا میرے شیعوں میں سے) بس اتنے لوگ باقی رہ جائیں جتنا آنکھوں میں سرمہ یا کھانے میں نمک۔ تمہارے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں ایک آدمی کے پاس غلّہ تھا اس نے اس کو پاک و صاف کیا اور ایک کمرے میں رکھ دیا ایک مدت تک وہاں رکھا رہا اس نے چند روز بعد دیکھا تو اس میں کیڑے لگ گئے ہیں اس نے غلہ باہر نکالا پاک و صاف کیا پھر اسی کمرہ میں رکھ دیا اس نے کئی بار یہی کام کیا یہاں تک کہ بس تھوڑا سا گیہوں رہ گیا اب اس میں کوئی کیڑے نہیں لگ سکتا ہے۔ یہی صورت تمہاری ہوگی تم ایک دوسرے سے جدا کئے جاؤگے مشخص کئے جاؤ گے تم میں سے بس وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جن پر کسی فتنہ وآزمائش کا اثر نہ ہوگا۔ " (غیبت نعمانی ص ۲۰۹-۲۱۰)

ان روایتوں سے یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ آخری زمانے کے حالات کیا ہوں گے۔ اور کس قدر سخت آزمائش ہوگی، لوگ چھانے جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ چھٹ جائیں گے، بہت ہی مختصر سے لوگ باقی رہ جائیں گے، "لوگوں کا ایک دوسرے کو چھٹانا، منھ پرتھوکنا" سے شاید مراد یہ ہو کہ انسان کی ذات کی پرستش کرنے لگتا ہے جب وہ اس کی مضبوط گرفت میں ہوتا ہے نتیجہ میں وہ اپنی انا کوئی حملہ برداشت نہیں کرتا ہے۔

ناز و نخرے کی پرورده یہ "انا" اس قدر نازک مزاج ہو جاتی ہے کہ انسان ذرا بھی اس کی مخالفت برداشت نہیں کر پاتا وہ ہر انداز سے خود کو صحیح سمجھتا ہے۔ لہذا وہ اپنی مخالفت کو تکذیب اور اپنی ذات پر حملہ سمجھتا ہے۔ لہذا پلٹ کر وار کرنا ضروری جانتا

ہے وہ خاموشی یا با الفاظ دیگر صبر و تحمل کو بزدلی سمجھتا ہے۔ اس بناپر جوابی حملہ میں مد مقابل کو جھوٹا قرار دیتا ہے۔

منھ پر تھوکنے سے واقعی تھوکنا بھی مراد ہوسکتا ہے۔ اور دل کی بھڑاس نکالنا۔ ہر ایک کے دل میں دوسرے کے لئے جو نفرت کے جذبات میں زبان سے ان کا اظہار کرنا اور ایک ذرا سی بات پر گھنٹوں برائیاں بیان کرنا بھی منہ پر تھوکنے سے مراد ہے۔

ظاہری بات ہے ایسے ماحول میں اپنے آپ پر قابو رکھنا، دین کے راستہ سے منحرف نہ ہونا، اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل کرنا، صبر کرنا۔ دل کو شیطانی قیادت سے پاک رکھنا۔ اس کے بعد دل میں ان لوگوں کی محبت محسوس کرنا۔ ان کے لئے دعا اور استغفار کرنا۔ آسان کام نہیں ہے۔ واقعاً ہتھیلی پر انگارہ رکھنا ہے اور کانٹوں بھری شاخ کو سوتنا ہے۔ یہ سب کیوں ہوگا۔ یہ شدید امتحان اس لئے ہوگا کہ امام زمانہ علیہ السلام کے ذریعہ جو عالمی حکومت قائم ہوگی وہ ایک بے مثال حکومت ہوگی جو دنیا کی ابتداء سے آج تک قائم نہیں ہوئی ہے۔ ایسی ہے مثل و بے نظیر عالمی حکومت کے لئے ویسے ہی اعوان و انصار درکار ہیں۔ چونکہ یہ سارے کام معجزہ سے نہیں ہوں گے۔ لہذا عالمی حکومت کے افراد کی تربیت کے لئے ایسے شدید امتحان و آزمائش کی ضرورت ہے۔

قرآن کریم نے متعدد جگہوں پر آزمائش اور امتحان کا تذکرہ کیا ہے۔

سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۷۹ میں ارشاد ہوتا ہے۔ **مَّا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ** .

"مومنین اس وقت جس حالت میں ہیں خدا انھیں اس حالت میں چھوڑے گا نہیں۔ یہاں تک کہ خبیث و ناپاک کو بیب و پاک سے جدا نہ کر دے۔ "

اسی سورہ کی آیت ۱۴۲-۱۴۱ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿١٤١﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ .

"اور تا کہ خدا وند عالم ایمان لانے والوں کی آزمائش کرے اور کافروں کو نابود کرے۔ کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ تم جنت میں یونہی چلے جاؤ گے اور ابھی خدانے یہ نہیں دیکھا کہ میں جہاد کرنے والے کتنے ہیں اور یہ بھی نہیں دیکھا کہ تم میں صبر کرنے والے کتنے ہیں۔ "

یہ بات ذہن میں رہے کہ اس طرح کے امتحان اور آزمائش کے مطلبیہ نہیں ہے کہ خدا دیکھنا چاہتا ہے کون کیسا ہے۔ نہیں ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس امتحان کا اثر یہ ہے کہ لوگوں میں جو صلاحیتیں پوشیدہ ہیں وہ ابھر کر سامنے آ جائیں۔ کھرا کھوٹا ایک دوسرے سے الگ ہو جائے۔ حالات کی بھٹی میں پك پك کر ہم اپنے اور خالص ہو جائیں۔ ورنہ خدا پر ہر ایک کے حالات آشکار ہیں۔

ہماری ذمہ داریاں

ائمہ معصومین علیہم السلام نے ان روایتوں کے ذریعہ آنے والے زمانے کی پوری تصویر ہمارے سامنے پیش کردی ہے لیکن کیا صرف ان روایتوں کو جان لینے سے ہماری ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے؟ نہیں بلکہ ہماری ذمہ داریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں ہماری ذمہ داریاں کچھ اس طرح ہیں۔

الف: اصلاح

چونکہ معاشرہ کی یہ صورت خود ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

"زمین و آسمان کا فساد انسان کے اعمال کا نتیجہ ہے ۔ "

(۱) اس کے علاوہ قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے۔

"خداوند عالم کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں ".

(۲) جب موجودہ حالات ہماری اخلاقی و عملی گراوٹ کا نتیجہ ہے تو اس کی اصلاح اسی وقت ممکن ہوگی جب تبدیلی لانے کے لئے مثبت قدم اٹھائے جائیں اور بر فرد اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائے۔

بارگاہ امام میں حاضری

جب انسان کی جسمانی صحت بگڑ جاتی ہے تو اس کو اعتدال پر لانے کے لئے ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر ہماری دینی و اعمالی و اخلاقی صورت بگڑ گئی ہے تو اس کے لئے نفوس قدسیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہیئے جن کو خدا وند عالم نے تزکیہ نفس کے لئے معین فرمایا ہے۔ ظاہر سی بات ہے طبیب کے پاس ہمیں خود جانا ہے۔ اور اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کرنا ہے اسکی باتوں کو گور س سننا اور اس پر عمل کرنا ہے اور اپنی طرف سے کوئی رائے پیش نہیں کرنا ہے۔ اگر ہم اپنے

نفس اپنے عمل و کردار کی اصلاح رہے ہیں تو بھی امام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونا چاہیے تضرع اور زاری کرنا چاہئے اور خلوص دل سے اصلاح نفس کی درخواست کرنا چاہئے۔ خداوند عالم نے انھیں وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ ان کی ایک ملکوتی نظر ہم میں انقلاب برپا کرسکتی ہے۔ جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم نے مشرکوں کے قلب و ذہن کو پلٹ کر انھیں اسلام کی صحت مند زندگی کی طرف گامزن کیا اور جس طرح امام حسین علیہ السّلام نے جناب زہیر اور جناب میں انقلاب برپا کیا۔ امام زمانہ علیہ السّلام غیبت کے پردے میں ضرور ہیں مگر ہم سے ہرگز غافل نہیں ہیں ہمارے ایک ایک عمل پر ان کی نظر ہے۔ اپنی ایک توقیع میں ارشاد فرماتے ہیں۔ گرچہ ہم اس وقت ظالموں کی بستی سے دور زندگی بسر کر رہے ہیں خدا نے اسی میں ہماری اور ہمارے شیعہ مؤمنین کے لئے اپنی مصلحت قرار دی ہے۔ جب تک کہ حکومت ظالموں کے ہاتھوں میں ہے

فانانحیط علما بانبائکم ولا یغرب عناشی من اخبارکم .

"لیکن ہمارا علم تمہاری تمام خبروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور تمہاری کوئی بات ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ "

جب صورت حال یہ ہے تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنا وجود لے کر امام علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور ان سے اپنی اصلاح طلب کریں۔ اس حاضری کے لئے کہیں جانا ضروری نہیں ہے بلکہ خلوص دل سے اپنے گناہوں سے توبہ اور امام کی بارگاہ میں توسل و استغاشثہ، اس توسل اور استغاثہ میں مزید اثر پیدا کرنے کے لئے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب کا تذکرہ اور ان کا واسطہ۔ کیونکہ نہ ہم اور نہ ہمارے اعمال و اخلاق اس لائق ہیں جو امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش ہو سکیں۔ سید الشہدا کا غم بہترین وسیلہ ہے۔ امام زمانہ علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔

"میں اس مومن کے لئے دعا کرتا ہوں جو میرے شہید جد کے مصائب کا تذکرہ کرتا ہے اور میرے ظہور اور تائید کے لئے دعا کرتا ہے ". (مکیال المکارم ج ۲ ص ۳۶)

۲ - صبر

ان حالات میں ایک اہم ذمہ داری صبر ہے۔ یہاں صبر کی چند صورتیں ہیں لیکن سب سے پہلے یہ عرض کر دیں کے صبر کا مطلب نہیں ہے کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے خاموش

بیٹھے حالات کا مطالعہ کرتے رہیں اور منتظر فرار ہیں بلکہ "صبر" استقامت اور ثبات قدمی کا نام ہے۔ اگر تم صبر کرو گے تو سو کی طاقت دوسو کے برابر ہو جائے گی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ صبر ایک ایسی شئے ہے جو ایک فرد کو اپنی طاقت سے دو گنا طاقتور بنادیتی ہے۔

(۱) دشمنوں کے مظالم پر صبر

اس وقت ہر طرف، ظلم و جور کا بازار گرم ہے۔ حکومتیں نئے نئے ستم ایجاد کر رہی ہیں۔ ایسے میں بشارت ہے ان مومنین کے لئے جنھوں نے صبر کیا اور استقامت کے ساتھ اپنے دینی قدروں کی حفاظت کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

"کیا تم نہیں جانتے جو ہمارے امر کا انتظار کر رہا ہے اور جو تکلیف اور خوف اس کو مل رہا ہے اس پر صبر کررہا ہے وہ کل (قیامت میں) ہمارے گروہ میں ہوگا ؟ !! (بحار ۵۲ /۲۵۶, ح ۱۴۷)

(۲)بلاؤں پر صبر

جب کے گھر کے محافظ دور چلے جاتے ہیں تو بلائیں نازل ہونے لگتی ہیں۔ اس لئے کہ دُشمن اپنی کمین گاہ سے باہر آجاتے ہیں۔ اس وقت امام زمانہ علیہ اسلام غیبت کے پردے میں ہیں بظاہر لوگوں کے سامنے نہیں ہیں لہذا طرح طرح کی مصیبتیں اور بلائیں مومنین پر نازل ہورہی ہیں۔

ابو صلاح کنانی، نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔

اے ابا عبداللہ - (یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی کنیت ہے)

میں اپنے اس بڑھاپے میں اپنے فرزندوں اور اپنے بھائیوں کی طرف سے پہونچنے والی اذیتوں کی شکایت کرتا ہوں۔ (یہ الفاظ ابو صلاح کے ہیں مگر آج ہر ایک کے دل کی یہی آواز ہے۔)

امام نے فر ما یا !....اے ابو صلاح

یقیناً حق کی ایک حکومت ہے اور باطل کی بھی ایک حکومت ہے۔ ہر حکومت میں دوسری حکومت کے افراد ذلیل ہیں۔ یقیناً باطل حکومت میں مومن کو کم سے کم جو چیز ملے گی وہ اپنی اولاد کا ظلم اور اپنے بھائیوں کی اذیتیں ہیں۔ اگر مومن کو باطل حکومت میں کوئی آرام و سکون ملے تو اس کے مقابلے میں اس کو کوئی نہ کوئی تکلیف ضرور میسر ہوگی۔ یا اس کے بدن میں یا اولاد میں یا مال میں۔ یہاں تک کہ خدا باطل حکومت میں میسر آنے والی ہر راحت کی کثافت سے مومن کو پاک صاف نہ کردے تا کہ حکومت حق میں اس کو پورا پورا حصہ مل سکے۔ لہذا صبر کرو اور خوش رہو۔" (کافی ۲، ص ۴۴۷, ح ۱۲)

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے غیبت کے زمانے میں مومن کو صرف کافروں اور ظالموں یعنی صرف غیروں سے اذیتیں نہیں پہنچیں گی بلکہ اپنوں سے بھی ایذائیں اور بلائیں نصیب ہوں گی۔

یہ بات بار بار عرض کر چکے ہیں دین حق پر ثابت قدم رہنا اور تعلیمات اہل بیت علیہم السلام پر عمل کرنا خدا کی خوشنودی کے لئے اپنی دینی ذمہ داریوں پر عمل کرنا لوگوں کو اذیت وہ ملامت کے با وجود خلاف دین کوئی کام نہ کرنا صبر کی بلند منزل ہے۔ اور یہاں عمل کرنے کے لئے سب سے بہترین نمونہ اور اسوہ حسنہ خود ہمارے امام زمانہ حضرت حجت بن الحسن عسکری علیہ السلام کی ذات اقدس ہے۔ جس طرح ان کا حق چھینا گیا۔ جس طرح ان کو غیبت اختیار کرنا پڑی، ان پر ہونے والے اعتراضات، ان کے شیعوں پر ہونے والے مظالم، شہروں سے دور زندگی... غیبت کی طولانی زندگی.... یہ سب آپ پر کتنا گراں ہے اُس کا اندازہ عقل انسانی سے بعید ہے۔

لہٰذا ہمیں اپنے امام وقت کی بارگاہ میں شہداء کربلا کے واسطہ سے گڑ گڑا کر صبر وثبات قدم کی مخلصانہ درخواست کرنا چاہیئے۔ بس یہی ایک دروازہ ہے جو ہمیں موجودہ حالات کی ہلاکتوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

اللھم عجل فی فرج مولانا صاحب الزمان

نگہبان ولایت شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ اور منکر امام مہدی علیہ السلام

ولایت کی سرحدوں کی نگہبانی اور پاسبانی کرنے والے، علمبردار تشیع، اعلام مذہب امامیہ اثنا عشریہ طائفہ کے سرداروں کے سردار، میناره دین و حق، نابغہ روزگار، شیخ اعظم ابو جعفر محمد بن علی بن الحسن بن بابویہ قمی، معروف بہ شیخ صدوق، چوتھی صدی ہجری میں تشیع کے دفاع کے لئے ایسے عظیم کارنامے انجام دیئے جو قیامت تک کے لئے دفاع امامت میں سپر اور ڈھال کا کام کریں گے۔

المنتظر کے مختلف شماروں میں آپ کی شخصیت اور تالیفات کا بھر پور تذکرہ ہوتا رہا ہے۔ اس مرتبہ آپ ہی کی تالیف "کمال الدین و تمام النعمہ" کے مقدمہ سے ایک مناظرہ کی داستان کو نقل کررہے ہیں۔ جو رکن الدولہ کی مجلس میں ایک ملحد نے مرحوم شیخ صدوق سے امامت کے سلسلے میں اعتراضات کئے تھے اور آپ نے اس مجلس میں اس کا جواب دیا۔ پوری گفتگو و مناظرہ کی شکل میں پیش کررہے ہیں

ملحد : تمہارے امام پر واجب ہے کہ وہ خروج کریں اور پردہ سے باہر آئیں کیونکہ عنقریب روم والے مسلمانوں پر غلبہ پالیں گے۔

شیخ صدوق: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے میں کفار کی تعداد آج کے مقابلہ میں بہت زیادی تھی اور اُس وقت آنحضرت نے خدا کے حکم سے اپنے امر نبوت کو چالیس سال تک پوشیدہ رکھا اور پھر اس کے بعد صرف ان لوگوں پر اپنی نبوت کو ظاہر کیا جن پر وہ اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے اور اس کے بعد تین سال تک نا قابل اعتماد لوگوں سے چھپائے رکھا۔ پھر نوبت یہاں تک پہونچی کہ کفار قریش نے آپس میں معاہدہ کیا کہ وہ آنحضرت، بنی ہاشم اور آپ کی حمایت کرنے والے تمام لوگوں کا بائیکاٹ کریں۔ لہذا آپ شعب ابی طالب میں چلے گئے اور تین سال تک اس میں رہے۔

پس سنو ! اگر کوئی اس دوران یہ کہتا کہ کیوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خروج نہیں کرتے "جب کہ مشرکین مسلمانوں پر غلبہ کئے ہوئے ہیں۔ تو اس صورت میں اس کے لئے ہمارا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوتا کہ آنحضرت جب شعب ابی طالب کی طرف نکلے تو اللہ کے حکم سے نکلے اور اسی کی اجازت سے غائب رہے اور جب اس نے ظہور اور خروج کاحکم دیا تو آپ خارج ہوئے اور ظاہر ہوئے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے شعب ابی طالب میں ہی آپ پر وحی بھیجی کہ وہ عہد نامہ (Agreement) جو کفار قریش نے بائیکاٹ اور قطع تعلق کے سلسلے میں لکھا تھا اور جس پر چالیس

مہریں لگی ہوئی تھیں جو زمعہ بن اسود کے پاس حفاظت کے لئے رکھا گیا تھا۔ دیمک نے انہیں کھا لیا ہے مگر اللہ عز وجل کا نام جہاں جہاں تھا اس کو چھوڑ دیا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم نے اس کی اطلاع اپنے چچا حضرت ابوطالب علیہ السلام کو دی جناب ابو طالب شعب سے نکل کر مکہ آئے۔ جب قریش نے اُنہیں دیکھا تو یہ سمجھے کہ وہ اس لئے آئے ہیں تا کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان کے حوالے کردیں تا کہ وہ لوگ آنحضرت کو قتل کردیں یا پھر نبوت کے دعوی کو چھوڑ دیں اس گمان کے ساتھ ان لوگوں نے ابو طالب کا استقبال کیا اور بڑے احترام اور تعظیم کے ساتھ انہیں پٹھایا۔

پھر آپ نے ان لوگوں سے کہا! اے قریش کی جماعت۔ میں نے ہرگز اپنے بھتیجے کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ اور اس نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اس کے پروردگار نے اس پر وحی نازل کی ہے کہ اس نے دیمک کو بھیجا ہے تا کہ ان تمام باتوں کو جو قطع رحم سے تعلّق ہیں انھیں کھا لے اور اللہ کے نام کو چھوڑ دے اے قریش! دمیک نے سوائے اللہ عز و جل کے نام کے سب کو کھا لیا ہے۔ قریش نے جب کھول کر دیکھا تو ویسا ہی پایا جیسا آپ نے بیان کیا تھا اس وقت قریش میں سے بعض لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور بعض اپنے کفر پر باقی رہے اور پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی ہاشم کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔

بس یہی صورت حال امام غائب کی بھی ہے کہ جب اللہ آپ کو اجازت دے گا تو آپ پردے سے ظاہر ہوں گے۔

ملحد: آپ کے قول کے مطابق اللہ تعالی امام سے بھی زیادہ کفار پر غلبہ اور قدرت رکھتا ہے تو پھر کیوں اپنے دشمنوں کی مہلت دے رہا ہے اور کیوں نہیں نیست و نابود نہیں کرتا جبکہ وہ اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور اس کے لئے شریک قرار دیتے ہیں۔

شیخ صدوق: اللہ تعالی کو یہ ڈر نہیں ہے کہ وہ لوگ اُس کے قبضہ قدرت سے نکل جائیں گے تا کہ وہ سزا دینے میں جلد بازی سے کام لے۔ خدا جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی جبکہ لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ (سورہ انبیاء آیہ ۲۳)

اور اس سے "کیوں" اور "کیسے"' کا سوال نہیں کر سکتے۔ اسی طرح امام کو ظاہر کرنے کے بارے میں خدا پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ اس نے آنحضرت کو غیبت میں رکھا ہے وہ جب چاہے گا اجازت دے گا تو وہ ظاہر ہو جائیں گے۔

ملحد : میں اُس امام پر ایمان نہیں رکھتا جس کو میں دیکھ نہ سکوں اور جب تک اس کو دیکھ نہ لوں مجھ پر اس کی حجت لازم نہیں آتی۔

شیخ صدوق : پس تمہارے لیے یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ اللہ کی حجّت بھی تم پر لازم قرار میں نہیں پاتی کیوں کہ تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو اور اسی طرح تم پر رسول کی حجت بھی لازم نہیں کیوں کہ انہیں بھی تم نے نہیں دیکھا ہے۔

محمد: (رکن الدولہ سے مخاطب ہوکر) اے امیر دیکھو یہ شیخ کیا کہہ رہا ہے۔ یہ کہتا ہے امام غائب ہوئے اور دیکھے نہیں جاتے کیونکہ اللہ بھی دیکھا نہیں جاتا۔

رکن الدولہ: تم نے ان کی بات کو غلط انداز سے پیش کیا ہے ان پر الزام لگاتے ہوئے اور یہی تمہاری شکست کی علامت ہے اور عجز و ناتوانی کا اقرار ہے۔ اور یہی طریقہ ہمارے ساتھ ہر مناظرہ کرنے والے شخص کا ہے جو ہمارے امام زمانہ علیہ السّلام کے بارے میں ہم سے بحث کرتے ہیں اور ان کے وجود کا انکار کرتے ہیں وہ جو کچھ کہتے ہیں سوائے ہذیان وسوسوں اور بیہودہ اور خرافات باتوں کے کچھ نہیں ہوتی۔

حوالہ: کمال الدین و تمام النعمہ ،تالیف: شیخ صدوق

مقدمہ مصنف: صفحہ ۸۷-۸۸ فارسی ترجمہ: جلد ۱, صفحہ ۱۸۰-۱۷۹

اردو ترجمہ: جلد ۱, صفحہ ۱۱۱-۱۱۰

تذکر:

یہ مناظرہ ایک ملحد سے ہوا تھا اور عام طور پر ملحد سے مراد کافر لئے جاتے ہیں۔ لہذا شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی وہ دلیلیں جن میں آپ نے خدا کے غائب ہونے سے امام کے غائب ہونے کا استدلال کیا ہے اور ملحد اس دلیل سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے شیخ صدوق

علیہ الرحمہ پر الزام لگانے کی کوشش کی ہے۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ خدا پر کچھ حد تک ایمان رکھتا ہے۔

اس سلسلے میں قارئین کی معلومات کے لئے لکھ رہے ہیں کہ ملحد کے علاوہ منحرف، دین سے برگشتہ، دین میں شک و شبہ کرنے والا اور دین کی باتوں کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے والے کو بھی ملحد کہتے ہیں۔ اس لئے ملحد کے معنی صرف کافر کے نہیں ہیں۔ لہذا ان افراد سے برآت کرنا چاہیئے۔ جو کافر ہیں یا ملحد ہیں یا دونوں طرح سے گمراہ ہیں۔